خطوط افضل حق

جو

چوہدری افضل حق مرحوم نے راولپنڈی جیل

سے

اپنے بچوں کے نام لکھے

شائع کردہ

زمزم بک ایجنسی لاہور

ایک ہزار

قیمت عہ ر

مقبول عام پریس ریلوے روڈ لاہور میں باہتمام مولوی عبدالرحیم (بجنوری)
پرنٹر و پبلشر چھپ کر زمزم بک ایجنسی موہن لال روڈ لاہور
سے شائع کی

ژ

دیباچہ

مجھے ان دنوں چوہدری افضل حق صاحب مرحوم کے ساتھ جیل میں زندگی بسر کرنے کا شرف حاصل تھا۔ جب ان شائع ہونے والے خطوط میں سے اکثر لکھے گئے مجھے خوب یاد ہے کہ چوہدری صاحب خط لکھتے وقت اس مرتبہ محنت سے کام لیتے تھے۔ وہ ہر خط پر کافی وقت صرف کرتے تھے +

گو مجھے کوئی خط پڑھنے کا اتفاق نہ ہُوا۔ تاہم میں یہ سمجھتا تھا کہ اس مرتبہ کے خط معمولی خط نہیں۔ ہم پہلے بھی جیل میں رفاقت کا حق ادا کرتے رہے ہیں لیکن خط و کتابت کی طرف ہماری توجّہ نہ ہُوا کرتی تھی۔ میں نے تو آج تک چار سطروں کے رسمی خطوط کے علاوہ کوئی نصیحت آمیز خط لکھنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ لیکن میرا مرحوم ساتھی ایک خط لکھنے میں ایک دن سے زیادہ وقت بھی لگا دیتا تھا۔ اسلئے نہیں کہ سارا دن خط لکھتا تھا بلکہ اس لئے کہ وہ خط کو ختم کرکے دوسرے کام پر توجہ دینا ضروری نہ سمجھتا تھا اس لئے خط کو ادھورا چھوڑ کر اور طرف متوجّہ

ہو جاتا تھا +

میرے اس قیافہ کی کہ اس مرتبہ کے خط معمولی خط نہیں ہیں، ایک اور ذریعے سے بھی تائید ہو گئی۔ ہمارے افسر انچارج لالہ گیان چند صاحب چڈہ تھے۔ ایک مرتبہ باتوں باتوں میں اُنھوں نے فرمایا کہ یوُں تو سب لوگ خط لکھتے ہی رہتے ہیں۔ لیکن جو خط چوہدری صاحب لکھتے ہیں، اُن کی مثال کہیں نظر نہیں آتی۔ ان کے ہر خط کو پڑھنے میں مزا آتا ہے +

لالہ گیان چند صاحب چڈہ کو سب سیاسی قیدیوں کے خطوط پڑھنے پڑتے تھے۔ اس لئے ان کی رائے معمولی حیثیت نہیں رکھتی تھی، میں مضمونِ خط سُنے بغیر ہی اُن کی رائے سے اتفاق کر سکتا تھا۔ کیونکہ میں اُن کے مزاج سے کافی واقفیت رکھتا تھا اور چوہدری صاحب کی افتادِ طبیعت کا بھی شناسا تھا مرحوم اُٹھتے بیٹھتے ہر کسی کو محنت اور خدمت کی تاکید کرتے تھے۔ وہ ہر کسی کو کام پر لگے دیکھنا پسند کرتے تھے۔ مگر زیادہ محنت سے بھی روکتے تھے۔ کئی دوستوں نے اُن کا کہا مانا اور کئی دوستوں نے جیل کا خداداد زمانہ محض ہنسی کھیل میں بیکار گنوا دیا +

اب چوہدری صاحب کی وفات کے بعد اُن کے ایامِ اسیری کے مکتوبات شائع ہونے لگے تو مجھے دیباچہ لکھنے کی فرمائش کی گئی۔ اس سے بڑھ کر مجھے اور کیا خوشی ہو سکتی تھی کہ مَیں مرحوم بھائی کے ان افکار پر نگاہ ڈالوں۔ جن پر

آج تک میری نگاہ نہ پڑی تھی اور اس طرح نہ صرف فائدہ ہی حاصل کروں بلکہ مرحوم دوست کی خدمت بھی کروں۔ گو اب وہ اس دُنیا میں داد دینے کے لئے موجود نہیں +

مرحوم کے خطوط میں وہی جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہے جس کا وہ زندگی بھر اظہار کرتے رہے۔ مگر ان خطوط میں انھوں نے اپنے بچوں کو بار بار نصیحتیں کر کے فقط اپنی اولاد کی صحیح تربیت کا بندوبست ہی نہیں کیا بلکہ سب لوگوں کو تربیت اولاد کی طرف پُوری توجہ دلانے کا انتظام کیا ہے۔ جس طرح چوہدری صاحب کو فکر تھی کہ بچوں کی جسمانی صحت، اُن کی تعلیمی حالت، اُن کی روحانی ترقی، اُن کا شوق خدمت، اُن کا ذوقِ محنت اُن کے لئے اور باقی دُنیا کے لئے مفید ثابت ہو، اسی طرح ان کے خطوط کا مطالعہ کرنے والا ہر انسان محسوس کرے گا کہ اسے بھی تربیت اولاد کی طرف پُوری توجّہ دینی چاہئے۔ قوموں کی ترقّی کا دارومدار اس تربیت پر ہے جو اس کے بچّوں کو گھر میں ملے اور گھر کے بعد مدرسہ اور سوسائٹی میں حاصل ہو۔ اگر گھر ہی میں بچوں کی تربیت کا دھیان نہ رکھا جائے تو بعد میں بگڑی ہوئی عادتوں کا درست ہونا مشکل ہو جاتا ہے۔ بچپن کا کھویا ہوا وقت دوبارہ حاصل نہیں ہو سکتا +

چوہدری صاحب نے اپنے خطوں میں صحّت، محنت، خدمت، عبادت، علم اور حلم پر خاص زور دیا ہے۔ انھوں نے اپنے مخصوص انداز میں انسانی زندگی

کو مفید بنانے کے طریقے بیان کئے ہیں اور چونکہ وہ چھوٹے بچوں سے براہِ راست
خطاب کر رہے تھے۔ اس لئے انھوں نے زبان بھی سادہ اور عام فہم استعمال کی ہے
مگر ساتھ ہی عبارت کو رنگین بنانے سے غفلت نہیں کی۔ وہ پھولوں کے تختوں اور گلدستوں
کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔ اس لئے وہ اپنے لفظوں کے گلدستے تیار کرتے تھے تاکہ وہ
بھی کسی کے دل کو لبھا سکیں۔ چنانچہ ہر خط ایک نادر گلدستہ نظر آتا ہے جس میں پند و نصائح
کے پھول اور پتے اپنی اپنی جھلک دکھا رہے ہیں۔ جو کوئی اِن گلدستوں کی طرف آنکھ
اُٹھا کر دیکھے گا اسے جسمانی و روحانی مسرّتوں سے بہرہ اندوز ہونے کا موقع ملیگا +

میں تو مرحوم کو آج بھی راولپنڈی جیل کی بارک میں چارپائی پر بیٹھے ایک خط
لکھتے دیکھ رہا ہوں اور مجھے وہ وقت یاد آتا ہے جب میں نے انھیں کہا کہ بھئی اب
تو لکھنے کا وقت نہیں اب تو چائے اور کھیل کا وقت ہو گیا۔ وہ دوسروں کو نصیحت
کرنے والا خط چھوڑ کر اُٹھا اور کہنے لگا کہ بہت اچھا اسے کل مکمل کریں گے +

اب یہ سبدِ گل ہدیۂ احباب ہو رہا ہے۔ دیکھئے اور لطف اُٹھائیے اور تربیت
اولاد کی طرف متوجہ ہو جئے۔ انفرادی قابلیت ہی اجتماعی قابلیت کی ضامن ہے۔
ایک ایک کلی کی طرف دھیان دیجئے تاکہ گلشن آراستہ و پیراستہ دکھائی دے۔

مورخہ
۱۹ر مارچ سنہ ۱۹۴۲ء

منظہر علی اظہر

دیباچہ طبعِ دوم

چوہدری افضل حق مرحوم کا اسلوب نگارش ایک شان رکھتا ہے۔ جس میں روزمرہ بھی ہے اور سنجیدہ طرز تحریر بھی۔ ان دونوں کی آمیزش نے ان کی تحریر میں ایک خاص رنگ پیدا کر دیا ہے۔ جو ان کے سوا اور کسی کے ہاں نہیں ملتا۔ ان کے قلم سے بعض اوقات ایسے نادر فقرے نکل جاتے ہیں جو حکماء کے اقوال کی طرح مستقل قیمت کے مالک ہوتے ہیں۔ ان کی تصنیفات پڑھتے وقت کئی دفعہ جی چاہتا ہے کہ ایک تالیف میں یہ مستقل فقرے ہی جمع کر دئے جائیں تو اردو ادب کی بہت اچھی خدمت ہو گی۔

چوہدری صاحب قدرت سے ایک حساس دل اور سوچنے والا دماغ لیکر آئے تھے۔ اور ہر ایک اہم معاملے میں ایک مستقل رائے قائم کر سکتے تھے۔ تربیت اطفال میں وہ ایک مستقل مسلک کے مالک تھے۔ ان کا خیال تھا، اور غالباً کسی کو اس کی تردید کی ضرورت نہ پڑے گی، کہ تندرست اور مضبوط جسم اور بلند

افکار ہی اصل میں انسانیت کے خاصے ہیں۔ چنانچہ اُنہوں نے اپنی کتابوں پر نہایت شائستہ طور پر اس کا "پراپیگنڈا" کیا ہے۔ یہ خطوط بھی اسی قسم کی تربیت کے نقطۂ نگاہ سے لکھے گئے ہیں۔

خط نویسی کے ذریعے تربیت ایک بہت اچھا مشغلہ ہے۔ خط کے ذریعے سے مخاطب سے براہ راست اور رازدارانہ طریق پر بات چیت ہوتی ہے اور پڑھنے والا سمجھتا ہے کہ بس مجھ ہی سے بات کی جا رہی ہے اور فقط میرے فائدے کے لئے کی جا رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا نفسیاتی اثر بہت اچھا پڑتا ہے اور پھر جب لکھنے والا ایک بزرگ ہو اور مخاطب "بچے" ہوں تو ان کے معصوم دلوں پر تو اس کا اثر بہت ہی گہرا ہوتا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ان کے بزرگ کی طرف سے براہ راست "الہامات" ہیں۔

ایک آزاد باپ اپنے بال بچوں کو چند روز خط نہ لکھے تو گھر میں خواہ مخواہ تشویش پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر بدقسمتی سے وہ باپ قید و بند کی سختیاں جھیل رہا ہو اور قید و بند بھی ایک بہت بلند مقصد کے لئے ہو تو اس کے پدرانہ خطوط نہ صرف اس کے اپنے بچوں کے لئے بلکہ دوسرے بچوں کے لئے بھی ایک تقدس اور ایک روحانی اثر میں ڈوبے ہُوئے معلوم ہوتے ہیں۔ چوہدری افضل حق مرحوم کے یہ خطوط اسی اثر اور کیفیّت کے حامل ہیں۔

لیکن ان خطوں کو اس تقدس سے الگ کر کے خطوط کی حیثیت سے دیکھا

جائے تو ان میں بہت سی مفید باتیں ملتی ہیں۔ ان میں ایک شفیق باپ کے پدرانہ محبت کے جذبات ہیں جو بناوٹ سے بالکل پاک ہیں۔ ان میں بزرگانہ نصیحت ہے جو نہایت دلنشیں الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔ چونکہ نصیحت زندگی کے روزمرّہ کے واقعات میں کی گئی ہے جو اور بھی موثر ہے۔ ان میں معلومات ہیں جو ایک جہاں دیدہ شخص کے قلم سے نکلی ہیں۔ اور چونکہ وہ اپنے ان بچوّں کو وہ معلومات بہم پہنچا رہا ہے جن کو وہ حق اور صداقت پر قائم کرنا چاہتا ہے اس لئے وہ اپنی باتیں تکلّف اور جھوٹ سے بالکل خالی رکھتا ہے۔ یہ سب کچھ —— جذبات، نصیحت، معلومات —— خود بچوّں کی زبان میں ہیں اس لئے وہ انہیں خوب سمجھ سکتے ہیں۔

غرض "خطوط افضل حق" بچوّں کے لئے ان کی اپنی زبان میں انکی ذہنیت کے مطابق نہایت موثّر چیز ہیں۔ ان میں شگفتگی بھی ہے اور سنجیدگی بھی، ان میں اختصار بھی ہے اور طوالت بھی، اس کے باوجود نہ اختصار مطلب کو خبط کر رہا ہے نہ طوالت ناگوار ہے۔ یہ ایک قیدی کے آزاد جذبات ہیں جن کے سمجھنے کے لئے بچپن کی معصومیت درکار ہے۔ مگر ان میں جو اصولِ حیات بیان کئے گئے ہیں وہ بروئے کار لانے کے لئے نوجوانوں کے عزم و استقلال اور بوڑھوں کی عقل کی پختگی کی ضرورت ہے۔ خدا کرے کہ ہمارے بچے، نوجوان اور بوڑھے سبھی اس جہاں دیدہ کے ان خطوط سے فائدہ

اُٹھا سکیں۔ یہ ہماری آج کی ضرورتوں کے متعلق ہیں۔ اس لئے ان کا مطالعہ کرنا اور انہیں حرزِ جاں بنانا ضروری ہے +

بشیر احمد (بی۔ اے) لودیانوی

معتمد محمد قاسم ولی اللہ سوسائٹی لاہور

۱۲ر جنوری ۱۹۴۶ء / سنہ ۹۴۶ ہندی

افضل حق

از راولپنڈی جیل - ۱۵ر دسمبر ۱۹۳۹ء

عزیز از جان - السلام علیکم

خدا کا فضل ہے میں تندرست ہوں - تم سب سے زیادہ کھیلا کودتا، اور لکھتا پڑھتا ہوں - مگر ایک بات یاد رکھو یہ جیل ہے - یہاں ہر روز کاغذی گھوڑے دوڑانا مشکل ہے - خط نہ بھی آئے تو سمجھو سب اچھا ہے - جیل میں جب تک کوئی فرار نہ ہو یا کوئی لڑائی بلوہ نہ ہو تب تک پہرے دار "سب اچھا" پکارتے رہتے ہیں - ہاں کوئی حادثہ ہو، تو خطرے کی گھنٹی بجتی ہے - اسی طرح جب میں خود خط لکھ کر بیماری کی اطلاع نہ دوں "سب اچھا" ہی سمجھا کرو ۔

ان دنوں میرا رات دن کا پروگرام سن لو - رات کو دس بجے سو جاتا ہوں، صبح پانچ بجے اٹھتا ہوں - نئی کتاب کا مضمون لکھتا ہوں - ساڑھے چھ بجے کے قریب نماز پڑھتا ہوں - پھر ضروریات سے فارغ ہوکر ہلکی ہلکی ورزش کرتا ہوں - اتنے میں آٹھ بج جاتے ہیں - چائے تیار ہوتی ہے - پیٹ پوجا کرکے پھر لکھنے پڑھنے بیٹھ جاتا ہوں - ساڑھے گیارہ بجے

تک خوب پڑھتا لکھتا ہوں۔ بارہ بجے کے قریب کھانا کھاتا ہوں پھر ذرا لیٹ جاتا ہوں۔ پھر ظہر کی نماز پڑھ کر دو بجے سے چار بجے تک انگریزی کتابوں کا مطالعہ کرتا ہوں۔ چار بجے عصر کی نماز پڑھ کر چائے پیتا ہوں۔ پھر ہلکی سی ورزش کرتا ہوں۔ کچھ وقت دوسرے قیدی دوستوں کے ساتھ خوش گپیوں میں گزر جاتا ہے۔ نماز مغرب کا وقت ہوتا ہے۔ نماز پڑھی۔ ریڈیو میرے کمرے ہی میں لگا ہے۔ پھر دہلی، دکن دیس ودیس کے راگ سننے ہوتے ہیں۔ کبھی کبھی کوئی علمی تقریر بھی سنی جاتی ہے۔ بس پھر کھانا کھایا نماز پڑھی اور سو گئے۔ جیل اور گھر میں یہ فرق ہے کہ تم اور تمھارے بھائی بہن یہاں نہیں ورنہ جیل کھیل ہو جائے۔

لو بھئی یہ تو رہا ہمارا پروگرام، اب تم اپنا بتاؤ۔ کھاتے ہو گے سو جاتے ہو گے۔ دن ہوا تو بستہ بغل میں دبا سکول چلے جاتے ہو گے۔ جب میں بوڑھا جیل میں اتنا کام کرتا ہوں تو تم جوان کیوں نہ کرو، دیکھو بچو! جو وقت کی قدر نہیں کرتے وہ عمر بھر تکلیف اٹھاتے ہیں۔ اور ہر کام میں پھسڈی رہتے ہیں۔ سب بھائی بہن اپنا اپنا پروگرام لکھو کہ دن رات میں کیا کیا کام کرتے ہو۔ بعض بچے پڑھتے ہیں تو کھیلتے نہیں، کھیلنا شروع کرتے ہیں تو کبھی کسی دن کتاب اٹھا کر دیکھنا حرام ہے۔ یہ طریقہ غلط ہے۔ کھیل اور مطالعہ کے اوقات خود مقرر کرو اور ہمت سے اس پر کاربند رہو۔ یاد رکھو، محنت کے

بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ محنت کے معنے مطالعہ ہی نہ سمجھو بلکہ اول توجہ اپنی صحت کی طرف مبذول کرنی چاہیئے۔ جان ہے تو جہان ہے۔ صحت زندگی کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ کمزور اور بیمار خدا کا سب سے بڑا نافرمان اور ناشکر گزار ہے۔ خدا تندرستی جیسی نعمت عطا کرے اور وہ اپنی غفلت سے ضائع کردے۔ صحت اور تندرستی کو تمام اچھے کاموں کی بنیاد سمجھو۔ جو بچہ بیمار ہو جاتا ہے وہ ماں باپ بھائی بہن کو کتنا پریشان کرتا ہے۔ بچوں اور نوجوانوں کو چاہیئے کہ وہ بڑے بوڑھوں کی خدمت کریں۔ لیکن بیمار بچے ماں باپ کو بڑی مصیبت اور حیرانی میں ڈال دیتے ہیں۔ ہم جیسے غریب گھروں میں تو لائق اور ہونہار بچوں کی یہ ہی نشانی سمجھنا چاہیئے کہ وہ ہر وقت اپنی صحت کا خیال رکھیں اور کبھی بیمار نہ ہونے پائیں۔ ورنہ تنگ دستی کے ساتھ علاج معالجہ ناقابل برداشت بوجھ ہوتا ہے۔ جس سے گھر کی عزت اور رہے سہے وقار میں بھی فرق آتا ہے۔ بیماری اور تنگ دستی اکٹھی ہو جائیں تو کسی نہ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا ہی پڑے گا۔ میں کسی عزیز بچے کے علم اور لیاقت کو نہیں دیکھتا بلکہ اول اس کی صحت کو دیکھتا ہوں۔ اگر صحت اچھی دیکھتا ہوں تو سمجھ لیتا ہوں کہ بچہ ہونہار ہے۔ ملک اور قوم کے لئے مفید ہو سکتا ہے اور چاہے گا تو ماں باپ کی خدمت کے ساتھ علم اور قابلیت بھی پیدا کر سکے گا۔ اگر کسی کو بیمار اور کمزور دیکھتا ہوں تو سمجھ لیتا ہوں یہ ناکارہ زمین کا بوجھ اور والدین کے لئے

پریشانی کا باعث ہے ۔ ہمیشہ ہدایت کرتا ہوں کہ صحت درست کرو۔ باقی دُنیا کے کام پر طبیعت تمھیں خود ہی آمادہ کردے گی ۔ دل اور دماغ کی قابلیتیں ایک ناتوان جان میں پیدا نہیں ہوسکتیں ۔ جب بُری صحت کے باعث جسم کمزور رہے ، دل اور دماغ جو جسم کا ایک حصّہ ہیں قدرتی طور پر کمزور ہوں گے ۔ اسی لئے اس اصول کو ہمیشہ ذہن نشین رکھو کہ صحت ضائع کرکے علم اور لیاقت حاصل نہیں کئے جاسکتے جو بے وقوفی سے صحت کو مطالعہ کی نذر کردیتے ہیں وہ بعد میں ہاتھ ملتے رہ جاتے ہیں ۔ کون طالب علم ایسا کرتے ہیں وہی جو سال کا بڑا حصّہ آوارگی یا سُستی میں گنوا دیتے ہیں ۔ اور ماں باپ یا اُستاد کے ڈر سے امتحان میں کامیاب ہونے کے لئے سال کے آخری حصّہ میں برداشت سے زیادہ محنت شروع کرتے ہیں ۔ اس لئے شروع سے اپنے اوقات کو نگاہ میں رکھو ۔ پڑھنے کے وقت پڑھو کھیلنے کے وقت کھیلو ۔ تاکہ سال کے آخر میں تمھیں زیادہ مغز ماری نہ کرنا پڑے لیکن کھیل کود اور آوارگی میں فرق سمجھو ۔ آوارہ لڑکوں کے ساتھ بلا مطلب بازاروں میں گھومنا ورزش ہے نہ کھیل کود ، اور ورزش تو جسم کے اعضا کی باقاعدہ اور منظم حرکت ہے ، جو روزانہ کی جائے ۔ یہ بھی محنت اور مشقت ہے صحت بغیر تکلیف اور صبر کے حاصل نہیں ہوسکتی ۔ جسم کو مضبوط اور خوبصورت بنانے کے لئے سب سے زیادہ احتیاط اور ہمت کی ضرورت ہے ۔ جسم آہستہ آہستہ

بنتا ہے۔ ذرا سے غفلت سے انسان کا ہنجر نکل آتا ہے۔ جو قیمتی چیز مشکل سے حاصل ہو اور جس کے جلد ضائع ہونے کا احتمال ہو اس کی ہر وقت احتیاط رکھنے کی ضرورت ہے۔ صحت بڑی محنت سے بہتر ہوتی ہے۔ دُنیا کی ساری کامیابیوں کا گر یہ ہے کہ انسان دل میں یہ بات پختہ کرلے کہ میں ہی اچھی بات میں اپنے سب ہم عمر یا ہم جماعت لڑکوں سے اوّل رہوں گا۔ یہی نہیں کہ ارادہ کرے بلکہ محنت اور تکلیف کر کے ہر روز اوّل رہنے کے خیال کو عملی جامہ پہنائے۔

بچو! تمھارے سپرد تین کام ہیں۔ ایک صحت، دوسرے تعلیم، تیسرے نیکی، یعنی خلق خدا کی خدمت کے لئے تیاری۔

میں ان تینوں باتوں پر علیحدہ علیحدہ لکھوں گا۔ بشرطیکہ صحت نے یوں ہی اجازت دی۔ سب بچوں کو یہ مضمون مشترکہ ہے۔ سب مجھے علیحدہ علیحدہ جواب لکھ کر ایک لفافہ میں ڈال کر بھیج دیں۔

بی بی بلقیس کا اب کیا حال ہے معروف! بتاؤ تم اتنی ہی موٹی تازی ہو نا جتنی ننھال میں تھیں۔ ضیاء الحق صاحب کے خط کے جواب میں اسے بھی السلام علیکم۔ خوب پڑھو لکھو اور لائق ہو۔ مضبوط جوان بنو۔ اچھے اچھے کام کرو۔ دونوں چھوٹے بچوں کو پیار۔

کیا والدہ صاحبہ کا خط آیا۔ ان کا کیا حال ہے؟

پریشانی کا باعث ہے ۔ ہمیشہ ہدایت کرتا ہوں کہ صحت درست کرو۔ باقی دُنیا
کے کام پر طبیعت تمھیں خود ہی آمادہ کردے گی ۔ دل اور دماغ کی قابلیتیں
ایک ناتوان جان میں پیدا نہیں ہو سکتیں ۔ جب بُری صحت کے باعث
جسم کمزور رہے ، دل اور دماغ جو جسم کا ایک حصّہ ہیں قدرتی طور پر کمزور
ہوں گے ۔ اسی لئے اس اصول کو ہمیشہ ذہن نشین رکھو کہ صحت ضائع کرکے
علم اور لیاقت حاصل نہیں کئے جا سکتے۔ جو بے وقوفی سے صحت کو مطالعہ کی
نذر کر دیتے ہیں وہ بعد میں ہاتھ ملتے رہ جاتے ہیں ۔ کون طالب علم ایسا
کرتے ہیں وہی جو سال کا بڑا حصّہ آوارگی یا سُستی میں گنوا دیتے ہیں۔
اور ماں باپ یا اُستاد کے ڈر سے امتحان میں کامیاب ہونے کے لئے سال کے
آخری حصّہ میں برداشت سے زیادہ محنت شروع کرتے ہیں ۔ اس لئے شروع
سے اپنے اوقات کو نگاہ میں رکھو ۔ پڑھنے کے وقت پڑھو کھیلنے کے وقت
کھیلو ۔ تاکہ سال کے آخر میں تمھیں زیادہ مغز ماری نہ کرنا پڑے لیکن کھیل
کود اور آوارگی میں فرق سمجھو ۔ آوارہ لڑکوں کے ساتھ بلا مطلب بازاروں
میں گھومنا ورزش ہے نہ کھیل کود ، اور ورزش تو جسم کے اعضاء کی باقاعدہ
اور منظم حرکت ہے ، جو روزانہ کی جائے ۔ یہ بھی محنت اور مشقت ہے صحت
بغیر تکلیف اور صبر کے حاصل نہیں ہو سکتی ۔ جسم کو مضبوط اور خوبصورت بنانے
کے لئے سب سے زیادہ احتیاط اور ہمت کی ضرورت ہے ۔ جسم آہستہ آہستہ

بنتا ہے۔ ذرا سے غلل سے انسان کا ہنجر نکل آتا ہے۔ جو قیمتی چیز مشکل سے حاصل ہو اور جس کے جلد ضائع ہونے کا احتمال ہو اس کی ہر وقت احتیاط رکھنے کی ضرورت ہے۔ صحت بڑی محنت سے بہتر ہوتی ہے۔ دُنیا کی ساری کامیابیوں کا گر یہ ہے کہ انسان دل میں یہ بات پختہ کر لے کہ میں ہی اچھی بات میں اپنے سب ہم عمر یا ہم جماعت لڑکوں سے اوّل رہوں گا۔ یہی نہیں کہ ارادہ کرے بلکہ محنت اور تکلیف کر کے ہر روز اوّل رہنے کے خیال کو عملی جامہ پہنائے +

بچو! تمھارے سپرد تین کام ہیں۔ ایک صحت، دوسرے تعلیم، تیسرے نیکی، یعنی خلق خدا کی خدمت کے لئے تیاری۔

میں ان تینوں باتوں پر علیحدہ علیحدہ لکھوں گا۔ بشرطیکہ صحت نے یوں ہی اجازت دی۔ سب بچوں کو یہ مضمون مشترکہ ہے۔ سب مجھے علیحدہ علیحدہ جواب لکھ کر ایک لفافہ میں ڈال کر بھیج دیں۔

بی بی بلقیس کا اب کیا حال ہے معروف! بتاؤ تم اتنی ہی موٹی تازی ہو نا جتنی ننھیال میں تھیں۔ ضیاء الحق صاحب کے خط کے جواب میں اسے بھی السلام علیکم۔ خوب پڑھو لکھو اور لائق ہو۔ مضبوط جوان بنو۔ اچھے اچھے کام کرو۔ دونوں چھوٹے بچوں کو پیار۔

کیا والدہ صاحبہ کا خط آیا۔ ان کا کیا حال ہے؟

اپنے حلق کا حال لکھو۔ ڈاکٹر نظام الدین صاحب کی خدمت میں مری طرف سے سلام کہو پھر حلق دکھاؤ اور اُنھیں کہو کہ وہ مجھے خط لکھیں کہ تمھارے حلق کو کب تک آرام آئے گا۔ "جواہرات" کیا ساری بک چکی ہے یہ بھی پتہ لے کر دو کہ "آزادی ہند" دوبارہ کتابت ہوئی یا نہیں۔

یہ خط اور دوسرے خط جو لکھوں وہ محفوظ رکھیں ضائع نہ ہوں۔ اور جن جن کے نام خطوط ہیں وہ پہنچادیں یا ڈاک میں ڈلوادیں ✢

افضل حق

ازراولپنڈی جیل

معروف بی بی۔ السّلام علیکم

بیٹی تمہارے متعلق بلقیس کا شکایتی خط آیا۔ دیکھو بی بی زبان کا چسکہ نہ صحت چھوڑتا ہے نہ عزت نہ دولت۔ زبان انسان کو پیٹ کا بندہ بنادیتی ہے۔ کسی مرچ مصالحہ دار چیز کو دیکھا بس رال ٹپک پڑی۔ چیز کسی کی ہو مگر اُٹھا کر منہ میں ڈال لینے کو جی چاہتا ہے۔ چٹپٹی چیزوں کا دلدادہ انسان بے قابو ہو جاتا ہے۔ تنگ دست ہو تو مانگ کر یا ادھار لیکر زبان کا مزہ لے گا۔ کئی سال ہوئے جب میں انبالہ جیل میں قید تھا تو جو کمزور قیدی تھے ان کو دودھ کا دلیا بنا کر دیتے تھے۔ میں نے اچھے بھلے آدمیوں کی عقل ماری ہوتی دیکھی کہ ناحق دلیا کھانے کے لئے تقسیم کرنے والوں کی خوشامد اور منت کر کے ان سے لیتے اور جیل بھر میں چٹخارے بھرتے پھرتے کہ واہ خوب دلیا تھا۔

زبان کی لذت کی ماری اچھے گھرانوں کی بعض عورتوں کو دیکھا ہے کہ گلی سے کوئی آلو چنے مزے دار کی ہانک لگا کر خوانچہ بردار گزرنے لگا تو یہ بیبیاں

جیب ٹٹولتی بھاگیں کہ بھیّا دو پیسے کے دے جاؤ۔ پھر کسی نے ملائی برف کی آواز دی تو یہ لپکیں ملائی برف اُڑائی تو پھر امرود والا پہنچا اس نے جو مرچ مسالہ ڈال کر دونا اچھالا تو چسکے کی ماری عورتیں بیتاب ہو گئیں۔

یہ کون لوگ ہوتے ہیں وہی جنھوں نے بچپن سے اپنی طبیعت پر قابو نہ پایا ہو۔ جن بچوں کے دانتوں کی چکی ہر وقت چلتی رہے ان کا معدہ ضرور خراب ہو جائے گا۔ جن کا معدہ خراب ہوا پھر تمام بیماریاں سہیلیاں بن جاتی ہیں۔ کوئی گھڑی پیچھا نہیں چھوڑتیں۔ علاوہ ازیں گاڑھے پسینے کی کمائی فضول چسکوں میں اڑ جاتی ہے۔ جس کو یہ عادت پڑ جائے وہ ساتھیوں میں ذلیل ہو جاتا ہے۔ ہر وقت کھانے والا کم عقل ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جسم کی ساری قوتیں تو کھانا ہضم کرنے میں لگی رہتی ہیں۔ سوچ بچار عقل فہم کا موقعہ ہی نہیں رہتا۔

تم تو اچھی بچی ہو تمہاری کوئی شکایت نہ آنی چاہئے۔ البتہ ضیاء الحق شریر لڑکا ہے۔ جب دیکھو کوئی نہ کوئی کام بگاڑتا ہے۔ کوّے کی طرح گھات میں لگا رہتا ہے کہ آنکھ بچے اور یہ کوئی شرارت کر پائے۔ دیکھو ضیاء الحق، شرارتیں نہ کیا کرو۔ ورنہ ڈو کانوں میں سر ہو جائے گا۔ کان کھینچ کھینچ کر ہاتھی کے کانوں کی طرح بڑے بڑے کر دیئے جائیں گے۔ تمہیں دیکھ کر پھر سب کہیں گے ہاتھی آیا۔ دیکھو بھیّا کان بڑے تو ہو سکتے ہیں چھوٹے ہم سے نہ ہو سکیں گے۔

تم لاکھ منتیں کرنا کہ میرے کان چھوٹے کردو مگر یہ بڑے ہی رہیں گے۔

دیکھو بیٹا! جو بچّے بچپن میں خوب پڑھتے علم و ہنر حاصل کرتے ہیں۔ وہ بڑے ہو کر عزّت اور آرام پاتے ہیں جو بچپن میں بے پروائی کریں وہ عمر بھر اپنے نصیبے کو روتے ہیں۔ کبھی ماں باپ کو گالیاں دیتے ہیں کبھی ماتھا کوٹتے ہیں۔ بچپن کی بے فکری کا زمانہ لوٹ کر نہیں آتا جو اس زمانے میں لکھا پڑھا جاتا ہے وہ عمر بھر نہیں بھولتا۔ جوان یا بوڑھے ہو کر کوئی بہت اچھی قسمت والا ہی علم حاصل کرتا ہے۔ ورنہ بوڑھا طوطا سر کھپانے پر بھی میاں مٹھو ہی رہتا ہے۔

تاج کمپنی والوں سے جہاں تک جلد ہو سکے روپیہ وصول کرنا چاہیئے۔

مَیں نے مولانا مظہر علی کو خط لکھ دیا ہے ان کو خط بھجوادیں۔

شمس الحق کے گلے کا اب کیا حال ہے ڈاکٹر بشیر صاحب کو دکھایا یا نہیں۔ انہوں نے کیا بتایا ہے۔ پچھلے دنوں انہوں نے کہا تھا کہ وہ اپریشن کرینگے۔ کیا آرام آگیا تھا یا غفلت سے اپریشن ہی نہیں کروایا۔

مجھے کوئی تکلیف نہیں۔ یہاں آنا بھی فضول ہے۔ صرف خیریت کی خبر آتی رہنا چاہیئے۔ آپ لوگوں کا خط بھی پندرہ روز کے بعد ہی آتا ہے۔ کم از کم ہفتہ میں ایک دفعہ خط آئے تو بہتر ہو۔

سب بچوں کو پیار۔ میرے دو جوڑے کپڑے اور پگڑی بھجوادیں۔ جس نے "زندگی" کے نوٹ چھپوائے ہیں اُن سے بھی ہمایوں اور گنائی صاحب کی معرفت فیصلہ کرلینا چاہیئے۔

افضل حق

از راولپنڈی جیل

معروف بی بی۔ السلام علیکم

آج تمہاری بہن کا خط آیا کہ نہ تو تم ہنستی ہو نہ کھیلتی ہو۔ ہر وقت لیٹی رہتی ہو تمہیں بیماری کا وہم ہو گیا ہے۔ بیماری کا وہم بیماری سے بد تر ہوتا ہے۔ یہاں بھی ایک وہمی آئے ہوئے ہیں۔ ان کو جیل میں ماں یاد آتی ہے۔ نبض پر ہاتھ رکھ کر لیٹے رہتے تھے۔ کہا گیا کہ اٹھو کھیلو کودو تو کہہ دیتے تھے میں بیمار ہوں۔ ہلکا ہلکا بخار ہے۔ زیادہ زیادہ دل دھڑکتا ہے۔ جس طرح گھر میں ایک بیمار ہو تو اس کی وجہ سے گھر بھر پریشان رہتا ہے۔ اسی طرح اس نئے قیدی نے ہمارا آرام حرام کر دیا۔ جب دیکھو پڑے ہیں جب پوچھو بیمار ہیں۔ آخر بڑے میٹھے بن کے پوچھا تو پتہ لگا، کہ بیچارے کو ماں یاد آتی ہے۔ پھر تو سب نے اسے آڑے ہاتھوں لیا کہ بھئی تمہاری ماں کی یاد نے ہمیں نانی یاد کرا دی۔ اگر تم ماں کو ایک نبض پکڑ کر لیٹے لیٹے یاد کرو گے تو یاد رکھو ہم اسی طرح تمہارے پاس ہی لیٹ کر نانی کو یاد کر کے اونچے اونچے روئیں گے۔ کوئی جیل کا ملازم رونے کی

وجہ پوچھنے آیا تو کہہ دیں گے کہ ان کو ماں یاد آتی ہے ہم کو نانی یاد آتی ہے۔
یہ سن کر وہ شرمندہ سا ہو کر اُٹھ بیٹھا۔ جب وہ بے وقت لیٹتا تھا ہم میں سے کوئی نہ کوئی کہہ دیتا تھا کہ بھئی مجھے بھی نانی یاد آنے لگی ہے وہ پھر اُٹھ بیٹھتا تھا۔ پھر اس کو سمجھایا کہ جنابِ یورپ کی طرف دیکھو اگر تمہارے جیسے بُزدل اور ماں باپ کو یاد کر کے رونے والے بچے جرمنی میں پیدا ہوتے تو جرمنی کو کوئی فتح نہ ہوتی۔ بہادر لڑکے لڑکیاں قوم کی عزت کو چار چاند لگا دیتی ہیں۔ لیکن ماں باپ کو یاد کر کے رونے والے بچے سارے ملک کی مصیبت کا باعث ہوتے ہیں۔ ایسے بچوں میں نیک کام کا ارادہ کمزور ہو جاتا ہے اور وہ مصیبتوں میں گھبرا جاتے ہیں۔
کچھ تو ہر وقت کی چھیڑ چھاڑ سے شرمندہ ہو گیا کیونکہ کوئی نہ کوئی رونی سی صورت بنا کر کہتا مجھے نانی یاد آتی ہے اور کچھ عقل بھی درست ہو گئی اور سوچنے لگا اَور بھی ہیں جن کے ماں باپ زندہ ہیں اور وہ تبیل میں ہیں۔ غرض آہستہ آہستہ اس کو ماں بھولنے لگی۔ اسے خیال آیا کہ میں صحت جیسی قیمتی چیز کیوں ضائع کروں۔ جنگ جلد ختم ہونے والی ہے کوئی مجھے یہاں بٹھا تھوڑا رکھے گا۔ پانچ چار روز تو اس نے طبیعت پر زور دے کر اِدھر اُدھر اُٹھنا بیٹھنا شروع کیا اب خدا کا فضل ہو گیا ہے اسے ماں بھی یاد نہیں آتی اور ورزش کی عادت بھی ہو گئی ہے۔ بیس روز میں صحت اَور کی اَور بن

گئی ہے۔

کس مکان میں رہتے ہو یہ بھی تحریر کرو۔ معروف کو کیا بیماری ہے اور کس کا علاج ہو رہا ہے۔ سب کو سلام۔ بچوں کو پیار۔

معروف بیٹی، وہم جتنا بڑھاؤ بڑھتا ہے۔ خیال کو بھول جانا یہ بھی بڑی ہمت اور بہادری کی بات ہوتی ہے۔ خوب کھیلو اور ہر وقت یہ خیال رکھو، کہ صحت درست کر کے علم حاصل کرنا ہے اور دنیا میں بہت بڑے بڑے نیک کام کرنے ہیں۔ اپنے ارادوں کو مضبوط کرو اور بڑی بات یہ کہ خیالات پر فتح پانا سیکھو۔ جس خیال کو بھلانا چاہو وہ بھول جائے۔ یہ نہ ہو کہ خیالات اور وہم کا خود شکار ہو جاؤ۔ یہ بات سنہری حرفوں میں لکھ رکھو کہ دنیا میں وہی بچہ کامیاب ہوتا ہے جو اپنے خیالات پر فتح پائے اور ان خیالات کو کبھی قریب نہ آنے دے۔ جس سے اس کی صحت خراب ہو یا وقت ضائع ہو۔

میں اپنے خیالات پر قابو پانے کی وجہ سے زندہ ہوں مجھے ہر سال ڈاکٹر کہہ دیتے کہ اس کے پھیپھڑے کمزور ہیں لیکن مجھ کو سُن کر ہنسی آجاتی ہے کیونکہ یہ بیماری کمزور خیال کے باعث ہوتی ہے۔ میں نے اپنے خیال کو کبھی کمزور نہیں ہونے دیا۔ دیکھو بیٹی تم بھی ہمت سے کام لو۔ اپنے خیالات کو کمزور نہ ہونے دو۔ بیماری پر فتح حاصل کرو۔ تمھارا ہمارا وعدہ تھا کہ تم دس پونڈ وزن بڑھا کر آؤ گی۔ یہ تم نے الٹی صورت اختیار کر لی۔ اتنا تو سوچو کہ یہاں بچوں

کے باپ ہیں ۔ ان کے بچے تمہاری طرح پڑے ہیں کیا ؟

اچھا بچو ! اگر معروف یونہی بیمار ہی رہے اور کہے کہ مجھے ابا جی یاد آتے ہیں تو تم بھی لیٹ کر کہو کہ ہمیں دادا جی یاد آتے ہیں پھر تو شرم آئیگی کہ کتنی بڑی ہو کر ابا کو یاد کرتی ہے ۔

بلقیس بی بی ۔ تم نے لکھا کہ معروف راولپنڈی پھر آنے کو تیار ہے ۔ یہ بات غلط ہے ۔ سفر کی تکلیف سے اور طبیعت خراب ہو گی ۔ پہلے یہاں آئی اور اُداس ہو گی ۔ جب تک وہ بالکل تندرست نہ ہو جائے اور ۵ سیر وزن نہ بڑھ جائے یہاں آنے کا کوئی فائدہ نہیں ۔

افضل حق

از راولپنڈی جیل ۶ر فروری سنہ ۱۹۴۰ء

عزیز از جان۔ السلام علیکم

تم سب بچوں کا خط عید کے روز آیا۔ جیل میں عید عاشورے کی طرح ہوتی ہے۔ دُنیا کالی کالی نظر آتی ہے۔ تمہارے خط ملتے ہی سچ مچ کی عید ہوگئی۔ یُوں معلوم ہوا کہ بادل چھٹ گئے اور سُورج ہنستا نکل آیا۔ جس سے دل کی دُنیا روشن ہوگئی۔

تم تعلیم میں پہلے کیسے اچھے تھے۔ تم سے سب خوش تھے۔ اب تم بے موقع کھیلتے ہو اور وقت پر محنت نہیں کرتے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مضمون میں پھسڈّی ہو۔ تم نے جو خط لکھا ہے اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ بے پروا بچّے کی تحریر ہے۔ جو لکھتا پڑھتا بھی پتنگوں اور کبوتروں کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھتا رہتا ہے۔

بہر حال اب تم نے باقاعدہ کام اور پُوری محنت کرنے کا عہد کیا ہے باہمت اور محنتی بچے بنوگے تو دُنیا میں آرام سے رہوگے۔ ورنہ گھر بھر کے لئے ذلّت اور خواری اور ملک و قوم کے لئے مصیبت ہوگے۔

بی بی بلقیس شاباش! سب مضامین میں اول مگر انگریزی میں فیل کیوں؟ اس لئے کہ انسان کی طبیعت آسانی پسند ہے۔ جو مضمون مشکل نظر آیا اسے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ یہ بھی بڑی بُری بات ہے۔ جس مضمون میں بڑی کمزوری ہو توجہ کر کے اُس کو پڑھنا چاہیئے تاکہ کمی پوری ہو۔ تمہارے پاس ڈکشنری موجود ہے جس لفظ کے معنے نہ آئے اُس میں سے دیکھ لیے۔

ضیاء الحق۔ بھئی تم بہت اچھے لڑکے ہو۔ اسی طرح ہر جماعت میں اول رہنے کی کوشش کرو۔

بھئی بچو! تمہیں میں ہمت کی مثال بتاؤں۔ یہاں حافظ عبدالمجید صاحب ہمارے ساتھ قید ہیں۔ بینائی بالکل نہیں مگر قرآن ہی کے حافظ نہیں بلکہ عربی جیسی مشکل زبان کے تمام امتحانات پاس کئے ہیں۔ پھر دہلی کے طبیہ کالج سے حکمت کی اعلیٰ سند حاصل کی۔ اب بڑی محنت سے انگریزی پڑھ رہے ہیں۔ اُمید ہے دو تین سال میں بی اے کر لینگے۔

وہ اتنی محنت اس لئے کرتے ہیں کہ ساتھ ساتھ ورزش بھی کرتے ہیں ورنہ تعلیم سے طبیعت تھک جائے۔ اس لئے تعلیم کے ساتھ ساتھ ورزش کو ضروری سمجھو۔ کمزور جسم میں اچھی عقل نہیں سما سکتی۔

جان سے عزیز بچو! عمدہ صحت ساری بھلائیوں کی جڑ ہے میں تعلیم

سے بھی زیادہ صحت کو ضروری سمجھتا ہوں۔

جس بچے کی صحت اچھی ہو وہ خوبصورت پھول نظر آتا ہے۔ معمولی کپڑے بھی پہنے تو بھی دل کو بھاتا ہے اور آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتا ہے۔ جس بچے کی صحت اچھی نہ ہو وہ عمدہ لباس میں بھی سوکھا کانٹا دکھائی دیتا ہے۔

پیارے بچو! ورزش سے غافل ہو کر آنکھوں کے لئے کانٹا نہ بنو۔ صحت کے لحاظ سے پھول نظر آؤ۔ تعلیم سے آراستہ ہو کر دنیا میں نکلو اور خدا کی مخلوق کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرو۔

یہ اصول یاد رکھو کہ کوئی کام بغیر محنت کے نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی چاہے کہ محنت اور نگرانی بغیر صحت کا سدھار ہو سکے غلط ہے۔ یہ بھی علم کی طرح آہستہ آہستہ حاصل ہوتی ہے۔

جو ورزش بھی شروع کرو۔ تھوڑی سے شروع کرکے آہستہ آہستہ زیادہ کرو۔ ایک دن ہی میں تھک کر چور نہ ہو جاؤ۔ مثال کے طور پر ڈنٹر پیلتے ہیں تو پہلے دن پانچ کافی ہیں۔ پھر چند دن روزانہ پانچ ہی پیلو پھر ہر روز ایک بڑھاتے جاؤ۔ ورزش سے بھی طبیعت اُکتا جاتی ہے۔ مگر ہمت کرکے اس کو جاری رکھو۔ دو مہینے میں انسان جسم میں طاقت محسوس کرنے لگتا ہے۔ دُنیا ہی اور کی اور نظر آنے لگتی ہے۔ جدھر نظر اُٹھاؤ قدرت خوبصورت دکھائی دیتی ہے۔

ذرا طبیعت خراب ہو جائے۔ ساری دُنیا اندھیر ہو جاتی ہے۔ ہر خوبصورت چیز بُری معلوم ہوتی ہے۔ باغ میں چلے جاؤ تو پھول کانٹا دکھائی دیتے ہیں۔ جب میں اس جیل میں بیمار ہو گیا تو میرے نوجوان ساتھی پھولوں کا گلدستہ سجا کر میز پر رکھ دیتے تھے۔ مگر نظر اُٹھا کر دیکھنے کو دل نہ چاہتا تھا دل افسردہ ہونے کی وجہ سے تازہ پھول باسی معلوم ہوتے تھے۔ لیکن اب انہی پھولوں کا خوبصورت گلدستہ میز پر موجود ہے۔ کیسا تر و تازہ کیا خوبصورت واہ! واہ!!

سبز پتوں میں پھولوں کو اس خوبصورتی سے سجایا ہے معلوم ہوتا ہے، کہ ننھے خوبصورت بچے سبز پردوں میں جھانک رہے ہیں۔ اُودے۔ کاسنی۔ سُرخ رنگ کے پھول گلدستے میں لگے اچھی صحت کے صاف ستھرے بچوں کی طرح مسکراتے ہیں۔ دل کی دُنیا پر رنگ برستا ہے۔ خُدا نہ کرے آج بیمار ہو جاؤں، تو آج ہی دُنیا اُجڑی اُجڑی نظر آئے اور خوبصورت پھول مرجھاتے معلوم ہوں۔ اگر تم دُنیا میں خوشی سے رہنا چاہتے ہو تو اس بات کو دل پر لکھ لو کہ ہر روز ورزش کریں گے اور اس کو عمر بھر جاری رکھیں گے۔

صبح اُٹھو۔ ضرورتوں سے فارغ ہو کر نماز پڑھو۔ پھر ورزش کرو۔ ہر صبح صاف ہوا میں آہستہ آہستہ ناک کے راستے سانس اندر کھینچو۔ تھوڑی دیر

سینے میں روکے رکھو اور پھر منہ کے راستے سے دھیرے دھیرے سانس باہر نکالو۔ یہ عمل چند منٹ جاری رکھو۔ ہندوؤں کے طریق کار میں سب سے اہم یہ سانس کی ورزش ہے۔ اس سے سینے کی بیماری کبھی نہیں ہوتی۔

دوسری بات جو مجھے مفید معلوم ہوئی ہے وہ سر کے بل کھڑے ہونا ہے بشرطیکہ آنکھ اور کان میں کوئی تکلیف نہ ہو۔ اس ورزش سے تمام جسم کو فائدہ پہنچتا ہے۔ خون کا دوران اعتدال پر آجاتا ہے۔ دماغی کام کرنے سے تھکاوٹ محسوس نہیں ہوتی۔ قبض اور سر درد کو خاص طور پر مفید ہے۔ لیکن اس کے علاوہ بھی کوئی ایسی ورزش ہونی چاہیئے جس سے جسم ذرا تھک سا جائے۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ تھک کے چور ہو جائے۔ تھک کے چور ہو جانا بہت نقصان کا باعث ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا بھوک سے زیادہ کھا لینا جسم کی خواہش اور ضرورت سے زیادہ کبھی ورزش نہ کرو۔ جسم کو مضبوط بنانے کے لئے خوراک پر نظر رکھنی چاہیئے۔ عمدہ عمدہ کھانوں سے معدہ خراب ہوتا ہے۔ سادہ خوراک بہترین غذا ہے۔ لذیذ کھانے ہمیشہ پیٹ بھر کر کھائے جاتے ہیں۔ زبان چٹخارے بھرتی جاتی ہے لیکن بتا نہیں سکتی کہ لو بچو اُٹھو اب پیٹ بھر گیا۔

اس لئے کھانا کھاتے وقت خود ہی خیال رکھنا چاہیئے کہ کھانا مصیبت نہ ہو جائے۔ علاوہ ازیں کھانے کو زیادہ سے زیادہ چبا کر کھانا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو

کہ دانتوں کا کام آنتوں کو کرنا پڑے۔ درمیانی ورزش۔ صاف ہوا، سادہ غذا، جسم کے لئے اکسیر ہیں۔ اگر ان تینوں کا خیال رکھو تو ساری زندگی عید کی طرح خوش خوش گزارو گے۔

بلقیس اور معروفہ یہ نہ سمجھیں کہ ورزش صرف تم اور تمہارے بھائیوں کے لئے ہے۔ نہیں۔ لڑکیوں کے لئے بھی اس کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی لڑکوں کے لئے۔

بھئی شمس الحق تمہاری شکایت آئی تھی۔ اچھا ہوا کہ تم نے اتنی مان لی اور آئندہ سے احتیاط کرنے کا فیصلہ کر لیا، اچھے بچے اسی طرح کرتے ہیں ہمیشہ اچھی اچھی باتیں اور عادتیں سیکھو۔ ہر کام وقت پر کرو۔ مدرسہ میں بھی دھیان دے کر پڑھو اور گھر آ کر بھی محنت کرو۔ تم تو ہوشیار طالب علم تھے۔ غفلت کر کے نالائق لڑکوں میں شامل ہونے کی کوشش نہ کرو۔ جو لڑکا پڑھنے میں نالائق ہوتا ہے اس کی صحت بھی خراب ہو جاتی ہے کیونکہ ہر وقت ہر طرف سے لعنت اور ملامت ہوتی ہے اور وہ ہر وقت غمگین اور ڈرا ڈرا سا رہتا ہے۔

تم نے اپنے گزشتہ خط میں اپنی صحت کا حال نہیں لکھا حالانکہ میں نے تاکید کر دی تھی۔ تمہارے تایا جی یا شاہ نواز کے بھائیوں کا خط آیا یا نہیں۔ دادی جی کا کیا حال ہے۔

پچھلی ملاقات پر کابل آیا تھا۔ باہر کے معاملات اپنی عقل کے مطابق چکاؤ۔ مجھے مشوروں میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔

دیکھو بھئی ضیاء الحق! میں نے ہندی زبان کی الف ب شروع کر دی ہے۔ دیکھنا تم اُردو اچھا پڑھ لکھ سکتے ہو یا میں ہندی میں تم سے عمدہ لکھ پڑھ سکتا ہوں۔ تمہارا میرا خوب مقابلہ ہوگا۔ دیکھیں کس کی جیت ہوتی ہے۔ تم اُردو میں اچھا لکھ پڑھ سکتے ہو یا میں ہندی میں۔

اچھا بھئی اب تم سب مجھے اپنا اپنا پروگرام لکھو کہ تمہاری تعلیم اور ورزش کے کون سے اوقات ہیں۔ اب تمہاری صحت کا کیا حال ہے؟ سب کو سلام علیکم۔

افضل حق

از راولپنڈی جیل ۳ مارچ ۱۹۴۰ء

برخوردار عزیز از جان! السلام علیکم

بھئی میں تو جیل میں ہوں۔ اس لئے خط لکھنے پر پابندی ہے۔ مگر تم آزاد ہو اور خط کی رسید نہیں دیتے۔ اب تو بسنت گزر گیا اور پتنگوں کا موسم ختم ہو گیا۔ اُمید ہے کہ اب زیادہ لکھنے پڑھنے کی فرصت ملتی ہوگی مجھے تمہاری صحت کا فکر ہے۔ معروف نے خط لکھا مگر تمہارے حلق کی تکلیف کا کچھ نہیں لکھا۔ آئندہ کوئی بھی خط لکھے، تو سب کی صحت کا پورا پورا حال لکھے کیونکہ صحت دنیا کی سب سے بڑی دولت ہے۔

پچھلی دفعہ جو خط لکھا تو خیال آیا کہ سگڑ بی بی کی طرح سب کو نصیحت کرتا ہوں لیکن خود بے عمل ہوں۔ ہمیشہ نوجوان ساتھی بستر صاف کر دیتے اور میز پر کتابیں اور گلدستہ سجا دیتے، میں صرف شکریہ ادا کر دیتا۔ اب ایک ماہ سے خود ہی یہ کام کرتا ہوں۔ جو کام عمر بھر نہ کیا ہو گراں گزرتا ہے۔ مگر کام تو کرنے سے ہوتا ہے۔ بن محنت تو نوالہ مُنہ میں نہیں جاتا۔ تمہیں نصیحت کرنے کا یہ پھل مجھے ملا کہ عمر بھر کی کاہلی اور سستی کو چھوڑ کر

اپنا کام خود کرنے لگا ہوں۔ بستر خود بچھاتا ہوں اور تازہ پھول گلدان میں خود لگاتا ہوں۔ یہ بھی موسم بہار کے خوشنما پھول ہنستے کھیلتے بچے ہیں۔ انہیں دیکھ کر دل باغ باغ ہوتا ہے۔ اس تنہائی میں ان رنگا رنگ کے پھولوں پر نظر ڈالو تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے بلقیس۔ معروف۔ شمس ضیا اور بادشاہ بجمہ کی شرارتوں پر ہنس رہے ہیں۔

گلدستے کے پھولوں نے مجھے خط لکھتے دیکھ کر کہا۔ کیوں جی! بچوں کو خط لکھنے لگے ہو۔ میں نے کہا بے شک۔ وہ بولے تو بہتر صاحب! ہمارا سلام پیغام بھی انہیں پہنچا دو اور یوں لکھو کہ بھائیو اور بہنو! پھولوں کی طرح خوش خوش اور صاف ستھرے رہو۔

لو بھئی تم نے پھولوں کا پیغام سُن لیا۔ اس کو نہ بھولنا ہمیشہ صاف ستھرے رہنا۔ قیمتی لباس کے بجائے صاف ستھرا لباس بہتر ہے۔ جس انسان کی صحت اچھی ہے ہر لباس اس کی زینت ہے۔ بیمار آدمی پر عمدہ لباس ایسا ہے جیسے خشک جھاڑیوں پر کسی نے کپڑے سکھانے ڈال دیئے ہوں۔ اچھی صحت کا آدمی سادہ لباس میں بھی چاند کی طرح چمکتا ہے۔

خدا جانے ہندوستانی گھروں میں صفائی کی کمی کیوں ہے۔ جاپان اور ایران نے صفائی میں یورپ کو مات کر رکھا ہے۔ مگر یہاں غربا چھوڑ اُمراء بھی صفائی سے بے پروا ہیں۔ دیواروں کو تصویروں سے سجانے کی

ضرورت نہیں بلکہ اندر آنگن کو شیشے کی طرح گرد اور مٹی سے صاف رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ آنکھیں دیکھیں اور دل خوش ہو۔

دیکھو جیل کا انتظام ایک انگریز افسر کے سپرد ہے وہ جب بھی آتا ہے سب سے پہلے باورچی خانے اور پاخانے کی صفائی دیکھتا ہے۔ ان ہی دو جگہوں کی صفائی سے ہندوستانی اکثر غافل ہوتے ہیں۔ پاخانہ تو باورچی خانہ سے بھی زیادہ صاف رہنا چاہیئے۔ گھر بھر کی صحت کا دارومدار اسی پر ہے۔

اگر ہندوستانی سب کے سب کہیں جنت میں جگہ پائیں تو اس پاکیزہ مقام کو تھوک کر اور بہشتی لباس کو ناک صاف کر کے گندہ کر دیں۔ راجپوت تو ضرور جگہ جگہ حقے کی چلموں کو اُنڈیل کر بہشت کی مٹی پلید کریں۔ شاید دُنیا کے اَور لوگ خُلد میں ہندوستانیوں کے ساتھ رہنے سے انکار کر دیں۔ خُدا نے ہندوستان کو جنّت نشان بنایا مگر ہم نے اپنے ہی وطن کو اپنی گندی عادات سے جہنّم سے بدتر بنا دیا۔ گھروں کو تصویروں سے سجانا اور اس پر قیمتی پردے لٹکانا مذہب میں منع ہے۔ لیکن گھر میں پھول لگانا۔ کوڑے کرکٹ سے صاف رکھنا بڑے ثواب کی بات ہے۔

انگریزی میں مثل ہے کہ صفائی کے بعد پارسائی کا درجہ ہے۔ اسلام میں اور دوسرے مذاہب میں بھی عملاً یہی ہے۔ جسم کی صفائی اور کپڑے کی صفائی کو دل کی صفائی سے بڑا تعلق ہے۔ اسی لئے نماز کے

لئے وضو کرنا ضروری ہے اور کپڑے صاف رکھنا ضروری ہے، جو گھر اور کپڑے کو صاف نہیں رکھتا وہ دل کو صاف کیا رکھے گا۔ جو گھر اور جسم کو گندگی سے اور دل کو بُرے خیال سے بچائے رکھیں وہ دُنیا اور دین دونوں لحاظ سے اچھے رہتے ہیں۔ مجھے ایک دفعہ ایک بھلے آدمی نے کہا کہ جو اپنا گھر صاف نہیں رکھتے وہ خُدا کا گھر یعنی دل صاف نہیں رکھ سکتے۔ اس لئے اُن کے دل میں بُرے بُرے خیالات آتے ہیں۔ خدا پاک ہے ناپاک دل میں کبھی داخل نہیں ہوتا۔

پیارے بچو! تم میں سے جو اپنی کتابوں کو میز پر درست نہیں رکھتا تھا میں سمجھ لیتا تھا کہ یہ مدرسہ کی تعلیم میں بھی کمزور ہے اسلئے کہ تعلیم میں محنت اور دل لگا کر کام کرنا ہوتا ہے۔ جو بچّہ اپنے قلم کاغذ کو سنبھال نہیں سکتا وہ اَور کاموں میں کیا ہمّت کرے گا۔ پہلے اپنی کتابوں کو قرینے سے لگانا سیکھو۔ لباس کو صاف رکھو پھر تمہارا دل بھی جی لگا کر محنت کرنے کو کرے گا اور طبیعت میں بے پروائی پیدا نہ ہوگی اور تم ہر امتحان میں کامیاب رہو گے۔

تو بھئی ضیاء الحق! میں نے ہندی اتنی پڑھ لی ہے جتنی اُردو تم نے اب تک پڑھی ہے۔ اب میں ہندی لکھنا بھی سیکھتا ہوں۔ دوپہر کے بعد صرف آدھ گھنٹہ یہ علم پڑھتا ہوں۔ لیکن جب سے شروع کیا

ہے کسی ایک دن ناغہ نہیں ہوا۔ تمہارا اُردو میں میرا ہندی میں امتحان ہو تو دیکھیں کون پاس فیل نکلے۔ جیل سے رہا ہو کر جب آؤں گا تو تمہارا امتحان لُوں گا اور اپنا پڑھا لکھا تم کو سُناؤں گا اور دکھاؤں گا۔

افضل حق

از راولپنڈی جیل ۳۰ مارچ ۱۹۴۰ء

برخورداران عزیز از جان۔ السلام علیکم

تمہارا خط ملا جواب میں دیری اس لئے ہوئی کہ میری اپنی طبیعت خراب رہی۔ یہاں کا موسم بچّوں کے مزاج کی طرح جلد جلد بدلتا رہتا ہے۔ کبھی صبح کو سورج مُسکراتا نکلتا ہے۔ ہر طرف بہار ہی بہار ہوتی ہے۔ کچھ دن کے بعد آسمان بادلوں کے تیور چڑھائے دکھائی دیتا ہے اور رونے والے بچے کی طرح چیختا چلاتا ہے اور بارش برساتا ہے۔

ایسا موسم مجھے موافق نہیں چنانچہ پھر دمہ ہو گیا اور تین چار روز تکلیف رہی۔ خدا کی مہربانی سے اب پھر آرام ہے۔ اُمید تو ہے کہ ماہ اپریل میں رُت بدل جائے گی اور طبیعت زیادہ بہتر ہونا شروع ہو گی۔

پیارے بچّو! زبان ہے تو ٹکے بھر کی مگر اسی پر دُنیا کا کاروبار چلتا ہے۔ جس کو اپنی زبان پر قابو ہے۔ زمانہ میں عزّت پاتا ہے۔ جو بے سمجھے سوچے اُلٹی سیدھی ہانک دیتا ہے ساری عمر تکلیف اُٹھاتا ہے۔ اسی لئے پہلے تولو پھر بولو کا محاورہ مشہور ہے۔ ہمیشہ میٹھی بانی بولو۔ کسی کا دل

دُکھانے کی بات نہ کرو۔ تلوار کے زخم بھر جاتے ہیں۔ بُرا لفظ زہر میں بجھی تلوار سے زیادہ کاٹ کرتا ہے اور عمر بھر اس کا زخم نہیں بھرتا۔ جہاں تک ہو سکے زبان کے بگاڑ سے بچو۔ تلخ بات کہنے سے پرہیز کرو۔

جلدی جلدی بولنے کی عادت نہ ڈالو اور نہ زیادہ بولو۔ لفظ سمجھ سوچ کر صاف صاف ادا کرو تاکہ دوسرے کو تمہاری بات آسانی سے سمجھ آجائے۔ نہ ایسا کم بولو کہ کوئی کہے کہ یہ فیس کورٹ لگائے بغیر بولتا ہی نہیں۔ کسی کو اپنے سے کم نہ سمجھو نہ اپنے آپ کو کسی سے ہیٹا جانو۔ تم دُنیا میں برابر کے ہو۔ برادرانہ میل ملاپ رکھو۔ نہ کسی کی خوشامد کرو نہ خوشامد کراؤ۔ یہ دونوں ہی بُری باتیں ہیں۔

ہمارے نبیؐ بالکل صاف صاف لفظ ادا کرتے تھے۔ آہستہ آہستہ بولتے تھے۔ کسی کی خوشامد نہ کرتے تھے۔ دوسروں کو ایسا کرنے سے منع کرتے تھے۔ ہر ایک سے برابر کے بھائی کی طرح ملتے تھے۔ دوسروں کے آنے پر کھڑے ہو جانا یا دوسروں سے ایسی عزت کی اُمّید رکھنا بُری بات ہے۔ دُنیا میں بے تکلف رہنے کی عادت ڈالنا چاہئے۔ یہ شاہی طور طریقے یعنی کورنش بجالانا اور جُھک کر ملنا بُرے آداب ہیں۔ لوگوں میں اپنی عزت کا خیال جاتا رہتا ہے۔ انسان انسان کے سامنے جُھکے کیوں۔ کوئی اپنے آپ کو دوسرے سے بڑا سمجھے کیوں۔ البتّہ جہاں تک ہو سکے دوسروں کی مصیبت اور تکلیف دُور

کرنے میں دریغ نہ کرنا چاہیئے۔

.. بچو تمہیں چاہیئے کہ کسی سے ملنے اور بات چیت کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہ کرو۔ جس سے تم بات کرتے ہو وہ بھی تو انسان ہے تو پھر ڈرنے کی کیا بات ہے۔ جس سے ملو اس سے سلام کہو۔ اور جو کہنا یا پوچھنا چاہتے ہو بے تکلف زبان پر لاؤ۔ لیکن ایسا انداز اختیار کرو کہ دوسرے کو یہ محسوس نہ ہو کہ تم اس کی بے عزتی کرنا چاہتے ہو۔

پیارے بچو! اپنی گفتگو اور بولنے کا انداز پیارا رکھو کہ دوست تو دوست دشمن بھی دوست بن جائے۔ کسی پر خواہ مخواہ اپنی لیاقت یا خاندان کی بڑائی نہ جتاؤ۔ ایسا کرنے سے عزت بڑھتی نہیں بلکہ دوسروں کی نظروں میں آدمی ذلیل ہوتا ہے۔

جس کی زبان میں شیرینی ہے وہ اکثر فتح پاتا ہے۔ لیکن بعض لوگ دوسروں کو دھوکہ دینے کے لئے اپنی زبان کو نرم رکھنے اور ملائم بات کرنے کی عادت ڈال لیتے ہیں۔ یہ ریاکاری یعنی دل میں کچھ اور زبان پر کچھ، بدترین گناہ ہے۔ میں نے امرت سر جیل میں ایک نوجوان کو دیکھا بڑا چرب زبان یعنی میٹھی میٹھی باتوں سے اپنا بنا لینے والا۔ لیکن اپنا بنا کر لوٹ لینے والا۔ اس کی عادت یہی تھی۔ کئی بار سزا پا چکا تھا اس لئے میٹھی زبان کے ساتھ دل پاک رہنا چاہیئے۔ ہر وقت یہ خیال ہو کہ مجھ سے کسی کا بھلا ہو جائے۔ جب سب کا بھلا

ہو تو سب میں میرا بھی بھلا ہو۔ دھوکہ دینے کے لئے میٹھی زبان کی عادت نہ ڈالو۔ تمہارے دل میں پاک خیالات اور نیک ارادے ہونے چاہئیں۔ عمدہ گفتگو۔ پیاری زبان انسان کا زیور ہے مگر اس وقت تک جب دل میں نیک خیالات موجزن ہوں۔ لیاقت قابلیت وہی اچھی، جب ارادے اچھے اور دل صاف ہو۔ ورنہ ہر قسم کی قابلیتیں شیطانی کام بن کر رہ جاتی ہیں۔

سچی بات تو یہ ہے کہ جب آدمی کا دل نیک اور خیالات پاک ہوں تو زبان خود بخود میٹھی ہو جاتی ہے۔ گندے خیالات کے ساتھ اکثر زبان بھی گندی ہو جاتی ہے۔ بعض لوگ اپنے دل کی گندگی کو عمدہ زبان استعمال کر کے اور میٹھی بانی بول کر چھپا رکھتے ہیں۔ لیکن جلدی ہی ریاکاری کا پردہ چاک ہو جاتا ہے اور انسان اپنی اصلی صورت میں نظر آنے لگتا ہے۔

پیارے بچو! عمدہ عمدہ اِرادوں یعنی مخلوقِ خدا کی خدمت کے خیال کو دل میں پہلے جگہ دو۔ زبان کو قابو میں رکھو۔ بے ضرورت لوگوں کا دل دکھانے کی کوشش نہ کرو۔ اگر کسی سے بدسلوکی کا اظہار ہو تو صبر کی عادت ڈالو فوراً انتقام اور بدلے کی کوشش نہ کرو۔ غصہ اور غم دور کرنے کا سوائے اس کے کوئی نسخہ نہیں کہ انسان ہمیشہ اہلِ دنیا کی بھلائی کا خیال رکھے اور بیہودہ گوئی سے پرہیز کرے۔ جب انسان اپنی ذات کے لئے فائدہ چاہتا ہے تو اس کی زبان پر سخت لفظ بھی آجاتے ہیں۔ خود غرضی اور اپنے فائدے کا خیال سب برائیوں کی

جڑ ہے ۔ خود غرضی کو چھوڑو دل دماغ اور زبان قابو میں آجائیں گے ۔ ہاں میں نے بعض لوگ ایسے بھی دیکھے ہیں کہ جن کے ارادے اچھے ہوتے ہیں لیکن زبان بے قابو ہوتی ہے وہ عمر بھر لوگوں کو بلا وجہ دُکھ دیتے ہیں اور خود بھی دُکھ تکلیف اُٹھاتے ہیں۔

پیارے بچو! زبان کو ایسی باتیں کہنے کا عادی بناؤ کہ جو سُنے اُس کا دل باغ باغ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہاری باتوں سے سینے میں آگ لگ جائے اور نفرت بھڑک اُٹھے ۔ اگر کسی کی خدمت نہیں کر سکتے تو زبان کو قینچی نہ بناؤ جو دل کے ٹکڑے کاٹ کر رکھ دے۔ زبان گو گوشت کا لوتھڑا ہے لیکن یہی خُدا اور مخلوق کے درمیان عمدہ تعلقات قائم کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے ۔ زبان کا اچھا استعمال ہی سب سے بڑی نیکی ہے ۔ وہی شخص دین اور دنیا میں کامیاب ہوتا ہے جو اس پر قابو حاصل کرے۔

(سب بچوں کی صحت اور ان کی ورزش کا خیال رکھو)

افضل حق

ازراولپنڈی جیل ۱۷؍اپریل ۱۹۴۰ء

نورِ چشمی۔ السلام علیکم

تمہارا خط آیا۔ ایک پہلے خط میں بھی تم نے امتحان میں اپنی کامیابی کی خبر سنائی۔ اب اس خط میں بھی وہی بات لکھی۔ بلقیس نے نہ خود لکھا نہ اُس کی بابت تم نے اطلاع دی کہ ہر مضمون میں اُس کے کتنے نمبر ہیں۔ شمس الحق کی لکھائی ایسی بُری ہے کہ وہ مجھے خط لکھتے شرمندہ ہوتا ہوگا معلوم نہیں وہ کیسے پاس ہو گیا۔ ایسا بد خط بچّہ تو بالکل پاس ہونے کے قابل نہیں۔ اُن بچوّں کے خط لکھائی خراب ہوتے ہیں جو لکھنے پڑھنے اور عادات کے لحاظ سے بے پروا ہوں۔ ابتدائی جماعتوں میں وہ کیسا اچھا پڑھتا تھا۔ اب تو جماعت بھر میں پھسڈّی ہوگا۔ بہر حال اس کو کہو کہ وہ اپنے قلم سے اپنے امتحان کے نمبر اور اپنی صحت کے حالات لکھے۔

اپنی بُوا کو کامیابی پر مبارک باد دو۔ یہ یاد رکھو جب خط لکھو تو سب اکٹھے لکھو تاکہ مجھے معلوم ہو کر اطمینان ہو کہ تمہاری تعلیم اور صحت کا کیا حال ہے۔ بیٹی پہلے تو انسان اپنی کامیابی پر خوش ہوتا ہے۔ جب

اولاد ہو جائے تو ماں باپ کو اپنے بچّوں کی کامیابی پر خوشی ہوتی ہے
بچے بیمار ہوں تو ماں باپ بیمار سے بدتر ہو جاتے ہیں۔ اپنی خوشی سے
زیادہ خوشی ہے جو بچّوں کو اچھے حال میں دیکھ سُن کر ہوتی ہے۔ پھر
سب سے بہتر وہ شخص ہے اور اسی کی خوشی سچّی ہے جو سب مخلوق کو
اچھے حال میں دیکھ کر خوش ہو۔

اُس انسان کی رُوح دُنیا میں اطمینان سے رہتی ہے جس کے دل
میں خود غرضی نہ ہو، وہ دوسروں کی خاطر خود تکلیف اُٹھانے کو تیار ہو۔
جس شخص کا جسم مضبوط اور جس کے دل میں دوسروں کو آرام میں دیکھ کر
خوشی کی لہر دَوڑ جائے اُس کے لئے یہ دُنیا اطمینان کی جنّت بن جاتی ہے
وہ بچے جو ہر وقت دوسروں سے لڑتے جھگڑتے رہیں، دوسروں کے
پاس اچھی چیزیں دیکھ کر جن کا دل للچاتا رہے، یا دوسروں کی کامیابی
پر منہ بسُورتے رہیں وہ ساری عمر اپنے ہی دل کی آگ میں جلتے رہتے
ہیں۔

پیارے بچّو! دُنیا میں خوش رہنے کی عادت ڈالو۔ اس کی صُورت
یہی ہے کہ سب کی بھلائی چاہو۔ اپنے دل، دماغ اور جسم کو اس بات کے
قابل بناؤ کہ تم دُنیا کے کام آسکو اور خود خوش رہ سکو۔ اس کے علاوہ خُدا
کی عبادت سے بھی خوشی حاصل ہوتی ہے اور آدمی بہت سی بُرائیوں سے

بچا رہتا ہے۔ کیونکہ عبادت کے خیال سے دل بُری باتیں سوچنا چھوڑ دیتا ہے۔ اچھے خیالات میں مگن رہنے سے بُرائی پاس نہیں آتی۔

پس بچپن میں یہ خیال رکھو کہ ہم تعلیم اس لئے حاصل کر رہے ہیں کہ بڑے ہو کر اہلِ دُنیا کی اچھی طرح خدمت کر سکیں گے۔ اچھی صحت قائم رکھنے کا بھی یہی مطلب ہونا چاہئے کہ بیماری کی تکلیف سے خود بھی بچیں اور دُنیا میں بسنے والے لوگوں کی زیادہ سے زیادہ خدمت کر سکیں۔ جس ملک اور قوم میں دوسروں کی خدمت کا خیال زیادہ ہوتا ہے، وہی ملک اور قوم ترقی کرتے ہیں اور جس ملک کے نوجوان اپنی غرض اور فائدے کے لئے دوسروں کو قربان کر دیں وہ ملک اور قوم کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ثابت ہوتے ہیں۔

بُری عادتوں اور بُری باتوں میں خوشی نہیں ہوتی۔ دوسروں کا خون چُوس کر اور خدا کی مخلوق کو دُکھ دے کر کوئی سُکھ میں نہیں رہ سکتا ہے جو ایسا کر کے خوش ہوتے ہیں۔ وہ سچّی خوشی کو نہیں سمجھتے۔ ایک شخص جو دوسروں کو لوٹ کر اور فریب دے کر دولت جمع کرتا ہے کبھی خوشی حاصل نہیں کر سکتا۔ پاک اور سچّی خوشی صرف ان لوگوں کی قسمت میں لکھی جاتی ہے جو خدمت خلق کو اپنی زندگی کا مشن بنالیں اور ہمیشہ ساتھیوں سے پیار محبّت سے رہیں۔ لڑائی جھگڑے کی عادت نہ ڈالیں۔

بُرے بھلے بچّے کی پہچان فوراً ہو جاتی ہے ۔ ماں نے سب بچّوں کو لڈّو یا نارنگیاں بانٹ کر دیں ۔ بڑے بچّے کے دل میں یہ خیال گزرتا ہے کہ میرا لڈّو چھوٹا ہے ۔ میرے اس بھائی بہن کے پاس نارنگی بڑی ہے ۔ بس اسی بات پر رونے لگتا ہے ۔ اچھے بچّے اپنی چیز میں سے دوسروں کو اور زیادہ دیکر خوش ہوتے ہیں ۔

یہاں جیل میں اچھے پڑھے لکھے ہوئے سیاسی قیدی اسی بات پر لڑتے ہیں اُن کے دل میں شبہ گزرتا ہے کہ فلاں شخص کو حصّہ سے زیادہ چیز مل گئی ہے اور مجھے تھوڑی ملی ہے ۔ اس لئے وہ جا کر باورچی سے جھگڑتے ہیں ۔ باورچی قیدی بیچارہ قسمیں کھا کر یقین دلاتا ہے مگر اس کو یقین نہیں آتا ہے ۔ وہ یہی خیال کرتا ہے کہ میرے ساتھ شرارت کی جاتی ہے اور مجھے چیز کم دی جاتی ہے ۔ یہ اس لئے ہوتا ہے کہ بچپن میں ایسے لوگوں کی تربیت خراب ہوتی ہے ۔ بعض لوگ جیل خانے میں ایسے آتے ہیں جو باوجود غریب ہونے کے دل دریا رکھتے ہیں ۔ کوئی زیادہ لے جائے وہ سمجھتے ہیں کہ اس کو کم ملا ہے ۔ بعض نوالے گنتے رہتے ہیں اور سب سے جھگڑتے رہتے ہیں ۔

پیارے بچّو ! جیل خانہ ایسی جگہ ہے جہاں فوراً پتہ لگ جاتا ہے کہ اس شخص کی تربیت اور عام اخلاق اچھے ہیں یا بُرے ہیں ۔ کیونکہ اس چھوٹی

سی دُنیا میں آرام کے سامان کم اور خوراک کی مقدار کانٹے کے تول ملتی ہے اس لئے جس شخص کی بچپن کی عادت رہی ہو وہ زیادہ کے لئے بچوں کی طرح جھگڑتا ہے۔ اور بعض اوقات سانپ کی طرح اندر ہی اندر بل کھاتا رہتا ہے۔ پھر کسی روز پتہ چلتا ہے کہ اس کی ناراضگی کی وجہ یہ ہے کہ فلاں روز اس کو چیز کم ملی۔ اسی طرح مسافری میں آدمی کے اخلاق کا پتہ چل جاتا ہے۔ سفر میں بھی چھوٹے دل کا آدمی اپنے آرام کے لئے دوسروں کو بے آرام کرتا ہے اور چھوٹی چھوٹی بات پر جھگڑتا ہے۔

میری صحت اچھی ہے۔ ابھی تک یہاں سردی ہے۔ سُنا ہے کہ لاہور میں بہت گرمی پڑنے لگی ہے۔ یہاں تو ابھی تک لحاف اوڑھ کر اندر سوتے ہیں۔ روپے بھیج دیں۔ یہ بھی لکھیں کہ لاہور کے بنک کا فیصلہ ہو گیا یا نہیں۔ سب بچوں کو پیار۔

افضل حق

از راولپنڈی جیل ۲۲ مئی ۱۹۴۰ء

برخوردار عزیز از جان شمس الحق السلام علیکم

تمہارا خط بھی ملا۔ یہ خط عمدہ لکھا ہوا تھا۔ صاف پڑھا جاتا تھا۔ اسی طرح لکھتے رہے تو بہت خوبصورت لکھ سکو گے۔ ابھی بہت کچھ خامیاں ہیں آہستہ آہستہ درست ہو جائیں گی۔ بھئی سب سے ضروری یہ ہے کہ اپنی صحت کا خیال رکھو۔ مجھے فوراً لکھو کہ ڈاکٹر محمد بشیر صاحب کے پاس گئے یا نہیں۔ اس نے کیا کہا۔ اب تمہارا کیا حال ہے۔ اس خط کا جواب جلد از جلد مجھے لکھو۔

افضل حق

از راولپنڈی جیل ۲۲ مئی ۱۹۴۰ء

نورچشمی معروف بی بی السلام علیکم

تمہارا خط آیا۔ یہ بہت ٹھیک کیا کہ سب ایک مدرسہ میں داخل ہو گئے۔ مَیں خود پریشان تھا کہ علیحدہ علیحدہ سکولوں میں تعلیم کس طرح جاری رہ سکے گی۔ اچھا بھئی اب تم جو چھوٹے بڑے سب مدرسہ میں جایا کرو گے اور مَیں رہا ہو کر آجاؤں گا تو گھر میرے لئے قید تنہائی بن جائیگا۔ ملکی حالات بدل رہے ہیں ممکن ہے کہ ہماری مخالف جماعت جو آج کل حکومت کر رہی ہے ہمیں زیادہ دیر تک نظر بند رکھنا اپنی جماعتی مصلحت کے خلاف سمجھے اور جلد رہا کر دینا ضروری خیال کرے تو اس صورت میں راولپنڈی کے جیل خانے سے نکل کر گھر کے قید خانے میں رہنا پڑے گا کیونکہ بچوں کے بغیر گھر بھی جیل خانہ ہے۔

سوچتا ہوں اس کا علاج کیا ہو۔ خیال کے اندھیرے میں ایک اُمید کی کرن دکھائی دیتی ہے۔ وہ یہ کہ تمہارے مدرسہ میں اگر کسی پانی پلانے والے یا بڈھے چپڑاسی کی جگہ خالی ہو تو کہہ سُن کر اُس جگہ مجھ کو لگا دیا جائے

اس طرح تم بھی تعلیم جاری رکھ سکو گے اور مجھے بھی گھر کے جیل خانے سے نجات مل جائے گی۔

تم سب کہو گے کہ میں کیا باتیں لکھ رہا ہوں۔ اچھے بچّو! مجھے جیل خانہ میں کوئی تکلیف نہیں۔ میرے لئے جیل اور گھر میں صرف اتنا فرق ہے کہ تم نظر سے دُور ہو ورنہ یہ جگہ گھر کی طرح آرام دہ ہے۔ ہم جتنے قیدی ملکی ہلچل کے باعث یہاں قید ہیں ہندو ہوں یا مسلمان سب ایک دوسرے پر جان چھڑکتے ہیں۔ آپس میں کبھی جھگڑا نہیں کرتے۔ ہمیشہ اہلِ مُلک اور انسانوں کی بھلائی کے متعلق سوچتے ہیں۔ اور ان ہی تدبیروں میں رات دن کٹ جاتے ہیں کہ خُدا نے ہمیں اشرف المخلوقات بنایا۔ لیکن ابھی تک ہم نے انسان ہونے کا پورا حق ادا نہیں کیا۔ مُلک کے لوگ جہالت غلامی اور بھوک کا شکار ہیں۔ لیکن ہر ایک کو اپنے پیٹ کی فکر ہے۔ ہم نے ملکر مصیبت کا مقابلہ کرنے کی عادت نہیں ڈالی۔ اس لئے دنیا میں بے عزّت اور ذلیل ہیں۔ یہاں جیل میں ہم بھی سوچ بچار کرتے ہیں۔ اور حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیاری کرنے میں مصروف ہیں۔ ہماری تیاری کیا ہے؛ سب سے پہلے دُنیا کے حالات سے واقفیت حاصل کرنا۔ ہم یہاں ہر زبان کے ترجموں کی مدد سے علم حاصل کر کے اپنے ملک کے حالات کو سوچتے ہیں۔

جنہوں نے انگریزی زبان نہیں پڑھی وہ یہاں محنت سے پڑھ رہے ہیں۔ صبح سے دو پہر تک ہر ایک کوئی نہ کوئی زبان سیکھنے میں مصروف رہتا ہے۔ میں خود سختی سے کہہ دیتا ہوں کہ بھائی جیل خانہ ہمارا مدرسہ ہے۔ یہاں علم حاصل کرو، باہر اس کا استعمال کرو۔ بے علم شخص عام طور پر اُلّو کی دُم فاختہ ہوتا ہے۔ نہ کسی کی سمجھ سکے نہ اپنی سمجھا سکے۔ اسی لئے عام قیدیوں کو بھی یہی کہتا رہتا ہوں۔ کیونکہ بے علم بھی اندھا ہوتا ہے۔

پیاری بیٹی! میں لکھ چکا ہوں کہ ہم جھگڑا نہیں کرتے اس کے معنے یہ نہ سمجھو کہ ہم فرشتے ہوگئے ہیں اور زبان سے کوئی بُری بات یا ناراضگی کا کلمہ نہیں نکلتا۔ یہ سب کچھ ہوتا ہے لیکن جہاں زبان اور طبیعت بے قابو ہوئی۔ اُسی وقت سنبھل گئے یا تھوڑی دیر کے بعد غصّہ فرو ہوا تو شرمندہ ہو کر ساتھی سے معافی مانگ لی۔ یہاں بعض ایسے اچھی عادت کے لوگ بھی ہیں جو کبھی نہ خود ناراض ہوتے ہیں نہ ناراضگی کا دوسروں کو موقعہ دیتے ہیں۔

کل ایک نوجوان ساتھی نے مجھے کہا کہ مجھے غصّہ بہت آتا ہے کیا علاج کروں۔ میں نے کہا میری حالت تم سے بھی بُری ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو بچہ یا شخص جسم کا کمزور ہوگا وہ جھٹ غصّہ سے بھڑک اُٹھیگا جو لوگ طاقت ور ہوتے ہیں، اُن میں غصّے پر فتح پانے کی قوت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ میں نے اسے اپنا حال بتایا کہ جس روز مجھے دُکھ تکلیف یا قبض

ہو اس روز میری طبیعت بلاوجہ طوفانی رہتی ہے۔ میں غصّے کو حرام سمجھتا ہُوں۔ لیکن پھر بھی یک بیک آگ بگولا ہو جاتا ہُوں۔ مَیں نے اس نوجوان کو نصیحت کی کہ غصّے پر قابو پانا چاہتے ہو تو صحت کو بہتر بناؤ۔ جلدی جلدی غصّے ہونا اور غصّے کی آگ میں جلنا کوئی اچھی بات نہیں بلکہ ضعف جگر اور دوسری جسمانی کمزوری کا نتیجہ ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جو بچے بچپن میں غصّے پر قابو نہیں پاتے وہ بڑے ہو کر بھی آگ بھبھوکا رہتے ہیں۔ یہ بھی تعلیم کی بات ہے۔ جو بچے اپنے بہن بھائیوں سے لڑنے جھگڑنے کی عادت ڈال لیتے ہیں اور غصّے کی دل میں پرورش کرتے ہیں وہ بڑے ہو کر بھی جلد مشتعل ہو جاتے، بات بات پر ناراض ہوتے اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر دوسروں کا گلا کاٹنے کو طیار ہو جاتے ہیں۔ معمولی سی بات کو اپنی ہتک سمجھ کر دوسروں پر شدید حملہ کر دیتے ہیں۔ ہمارے ملک میں روزانہ بیسیوں قتل ہوتے ہیں۔ یورپ میں اتنے قتل سال بھر میں نہیں ہوتے۔ حالانکہ بہادری میں وہ کسی سے کم نہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اوّل اُن کی صحت ایسی عمدہ ہوتی ہے کہ کمزوری اور بیماری کی وجہ سے انہیں بار بار غصّہ نہیں آتا۔ دوسرے ان کی تعلیم اور تربیت ایسی اچھی ہوتی ہے کہ بلّی کتّوں کی طرح لڑ بھڑ کر زندگی بسر کرنے کے بجائے ایک دوسرے کی مدد کرنے اور آرام پہنچانے کی کوشش میں

لگے رہتے ہیں۔ اس ملک میں ہر شخص دوسرے کے عیب دیکھنے میں اور نقص نکالنے میں لگا رہتا ہے۔ یورپ میں لوگ دوسروں کو فائدہ پہنچانے اور ان کی نیکیوں کو اچھالنے میں مصروف رہتے ہیں۔ وہاں ماں باپ شروع ہی سے خیال رکھتے ہیں کہ چھوٹے بچے آپس میں پیار سے رہیں۔ اور مل جل کر کام کریں۔ ہاں! جہاں سانجھی مصیبت آجائے تو سب اکٹھے ہو کر مقابلہ کرتے ہیں۔ پھر تو ایک بھی ایسا نظر نہیں آتا جو جان کو چھپاتا پھرے۔ آپس میں کتے لڑتے ہیں اور بہادر مل کر دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں۔ ہمارا ملک بہت پیچھے ہے۔ ہم آپس میں لڑنے کو شیر ہو جاتے ہیں۔ دشمن آجائے تو دم دبا کر بھاگ نکلتے ہیں۔ یہاں ڈاکہ پڑے تو مائیں جوان بیٹوں کو چھپانے لگتی ہیں کہ خدا کرے میرا بچہ بچ جائے۔ یورپ میں کسی گاؤں میں ڈاکو آجائیں تو ہر ایک ماں کوشش کرتی ہے کہ میرا بیٹا جا کر بہادری سے لڑے اور لوگوں کو بچائے۔

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ انسان فرشتہ بھی بن سکتا ہے اور شیطان بھی بن جاتا ہے۔ یہ بہت کچھ بچے کی ابتدائی تعلیم اور صحبت پر منحصر ہے۔ بری صحبت یعنی برے آدمیوں میں بیٹھ کر فرشتہ بھی شیطان ہو جاتا ہے۔ اچھی باتیں کان میں پڑتی رہیں تو چور، ڈاکو بھی بھلے بن جاتے ہیں۔ صحت اور صحبت اچھی ہو، تو انسان کو غصہ کم آتا ہے۔ دونوں میں سے ایک کی کمی ہو تو قیامت آجاتی ہے۔

افضل حق

از راولپنڈی جیل ۱۶ر جون سنہ ۱۹۴۰ء

السلام علیکم۔

معروف بی بی - خط تمہارا آیا۔ آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھا گیا۔ تم نے پہلے اطلاع نہیں دی کہ اتنے دنوں سے تمہیں بخار ہے۔ شمس الحق کے اپریشن کی خبر نے اور بھی پریشان کر دیا۔ بلقیس کے خط نے شمس الحق کی طبیعت کے بہتر ہونے کی خبر دی ذرا جان میں جان آئی۔ لیکن تمہاری فکر جوں توں ہے خدا خیر کرے۔

دیکھو بیٹی! میں کب سے تمہیں لکھ رہا ہوں کہ صحت کا خیال رکھو۔ اگر تم نے ذرا ورزش پر دھیان دیا ہوتا تو بیماری کی مصیبت میں نہ خود گرفتار ہوتیں نہ مجھ کو یہاں بیٹھے تکلیف ہوتی۔ سارے گھر بھر کی تکلیف کا میں اپنے اوپر قیاس کر کے اندازہ لگاتا ہوں کہ کتنی پریشانی ہوگی۔

بلقیس بی بی کا خط آیا تھا کہ جب معروف کا اکیس رہے ہو گا، تو لکھوں گی۔ مگر آج انتظار کرنے کے بعد خط لکھ رہا ہوں۔ لمبے بخار کچھ اچھے نہیں ہوتے۔ یہ تو امیر گھروں کی بیماریاں ہیں، غریب گھروں میں

ان کا آنا اور برا ہے۔

دیکھو بی بی۔ بیماری اور مصیبت حوصلے سے کاٹی جاتی ہے۔ جو بھی بے حوصلہ ہؤا وہ ڈوبا۔ میں جب لاہور پڑھنے کے لئے آیا تو مجھے بھی ڈاکٹروں نے تپ دق کا شک ڈال دیا۔ میں نے خدا پر بھروسہ کرکے کہہ دیا کہ میں اس بیماری پر فتح پاؤں گا۔ خدا کا کرنا یہ ہؤا کہ مجھے آرام ہوتا گیا۔ ورنہ ان لوگوں نے مجھے زندگی سے نا امید کر دیا تھا۔ میری بھی ہمت تھی کہ خدا کا فضل شامل حال ہو گیا۔ اس وقت سے اب تک کھلی ہوا میں رہنا، صبح گرمیوں میں دس منٹ سورج چڑھتے ہی دھوپ میں کھڑے رہنا تاکہ جسم کو کرنیں طاقت دیں اور بہت آہستہ آہستہ دم اندر کھینچتا اور سینے میں تھوڑی دیر روکے رکھتا۔ پھر آہستہ آہستہ باہر نکالتا ہوں۔ جب بخار اُتر گیا، ذرا طاقت آ گئی تو آہستہ آہستہ ورزش شروع کر دی۔ لیکن یہ باتیں تو سنبھلتے سمجھاتے تھک گیا۔ جب بچّے دھیان نہ دیں تو کوئی کیا کرے۔ مگر معروف بی بی اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ بیماری کا ہمت سے مقابلہ کرو۔ لمبے بخار کا حوصلہ رکھ کر علاج کی نسبت پرہیز کی طرف توجّہ دینے سے اُتر جاتے ہیں۔ خوراک بہتر کرو، پڑھنا لکھنا بالکل چھوڑ دو، جان ہے تو جہان ہے۔ صحت ہو گی تو یہ بھی دیکھا جائے گا۔ خالص سرسوں کے تیل کی مالش سب سے زیادہ طاقت بخش ہے۔ تم نے دیکھا ہی ہو گا کہ میں کس کثرت سے اس کا استعمال کرتا ہوں۔ مجھے یہاں

آتے ہی کھانسی اور بخار شروع ہو گیا تھا۔ سب نے سمجھا کہ تپ دق ہو گیا۔ میں نے کہا کہ اس بیماری کا تو میں خود ہی ماہر ہوں۔ مالش کے لئے ایک شخص کو مقرر کر دیا گیا۔ مالش کراتا۔ نہاتا اور اسی طرح گہرے سانس لیتا رہا۔ یہ دن جا وہ دن جا، نو بہ نو ہو گیا۔ ڈاکٹر حیران رہ گئے۔ ڈاکٹر لوگ تپ دق سب کو لکھ دیتے ہیں۔

تم بھی بیٹی ایسا ہی کرو۔ سینے اور کمر پر خاص طور سے، ہو سکے سارے جسم پر مالش ضرور کرا لیا کرو۔ خدا نے چاہا تو آرام سمجھو اور ساتھ ہی ساتھ علاج بھی جاری رکھو۔ گڑھ شنکر جا کر تم خوب تندرست ہو گئی تھیں۔ اب میرا مشورہ یہی ہے کہ تم جلد از جلد مع سب کے سب گڑھ شنکر چلے جاؤ۔ ڈاکٹر سے پوچھ لو، آپس میں صلاح کر لو۔ تمہاری چھٹیاں کب شروع ہونگی۔ چاہو تو اور چھٹیاں لے کر جا سکتے ہو۔

معروف بی بی۔ مجھے تو تمہاری صحت کا بڑا فکر ہے۔ خدا جانے کیسے باپ ہیں جو بیٹے بیٹی میں فرق سمجھتے ہیں۔ مجھے تو کبھی کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا۔ یہ بھی کیا راجپوتی ہے کہ لڑکا پیدا ہو تو خوشیاں منائیں اور لڑکی پیدا ہو تو آفت آئی سمجھیں۔ بیٹی ہو یا بیٹا دونوں خدا کی نعمت ہیں۔ تم بھی خدا کی دی ہوئی نعمت ہو۔ تمہاری بیماری سے بڑی پریشانی ہے۔ خدا تمہیں جلد صحت دے اور ہمیں پریشانی سے نجات ملے۔ آمین

بی بی بلقیس لو بھئی ہم تو قیدی ٹھیرے اور تم آزاد۔ ہمارے لکھنے پر پابندیاں ہیں۔ کب پندرہ دن پورے ہوں تو ڈاک لکھی جائے۔ تم نے پیر کے روز خط لکھنے کو کہا تھا آج جمعہ تک خط نہ بھیجا۔ تم تو بھائی بہن کے پاس ہو تسلی ہے مجھ کو بڑی فکر ہے۔ مجھے ہفتہ میں دو بار ضرور خط لکھو تم چاہو تو روزانہ خط لکھ سکتی ہو۔ تم تو کسی کے قیدی نہیں۔

بادشاہ سلامت۔ تمہاری بہن کا خط آیا کہ تم خوب پڑھتے ہو۔ شاباش۔ دل لگا کر پڑھو۔ عمدہ لکھائی کرو۔ کوئی دیکھے کہے کہ بادشاہ سلامت نے موتی پرودئے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ کسی لفظ کی مونڈی مروڑی ہوئی ہو، کسی کی ٹانگ لنگڑی ہو۔

شمس الحق کا کیا حال ہے۔ ضیاء الحق کو پیار۔

خط کا جواب فوراً دو۔

افضل حق

از راولپنڈی جیل ۵ اگست ۱۹۴۰ء

بلقیس بی بی۔ السلام علیکم

تمہارے گزشتہ خطوں میں ایک غلطی کا تکرار دیکھا۔ بیٹی! السلام علیکم کو تم ہمیشہ السلام و علیکم لکھتی ہو۔ السلام اور علیکم کے درمیان وٗ نہیں ہونی چاہیئے۔ السّلامُ علیکمؐ کے معنے تم پر سلامتی ہو۔ السلام وعلیکم کے معنے ہوئے سلامتی اور تم پر۔ بعض محاورے ادبی لحاظ سے غلط ہوتے ہیں۔ مگر وہ لوگوں میں بعض وجوہات سے مقبول ہو چکے ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کو نہ صرف درست سمجھا جاتا ہے۔ بلکہ فصیح یعنی بہت درست سمجھا جاتا ہے۔ لیکن السلام وعلیکم لکھنا غلط بھی ہے اور غیر مقبول بھی ہے اس لئے یوں لکھنا چھوڑ دو۔

معروف بی بی کا خط آیا۔ اس نے تو بخار اُتر جانے کی خوشخبری لکھی ہے۔ لیکن چاہیئے یہ تھا کہ تم بھی لفافے میں پُرزہ اس خبر کی تصدیق کے طور پر ڈال دیتیں تاکہ مجھے شک نہ ہوتا کہ محض میری تشویش رفع کرنے کے لئے یوں ہی لکھ دیا ہے۔

پچھلے خط میں مَیں نے دیہاتی زندگی کا ایک خوبصورت پہلو پیش کیا تھا۔ اب اس تصویر کا تاریک رُخ بھی پورے طور پر دیکھو اور عبرت حاصل کرو۔ ہم سب انسان ایک آدم کی اولاد اور سب برابر کے بھائی ہیں لیکن اپنے گاؤں میں دیکھو غریب سے غریب راجپوت اپنے آپ کو راجہ خیال کر کے غیر راجپوت قوموں پر حکومت کا حق سمجھتا ہے۔ گھروں میں مجال کیا کہ کوئی غیر راجپوت بی بی بہن آئے اور راجپوت عورتوں کے برابر بیٹھ جائے۔ شہروں میں خدا کا شکر ہے کہ یہ صورت نہیں لیکن گاؤں میں حالت دگرگوں ہے۔ گھر میں عورتیں تو پھر خدا کا ہزار خوف کرتی ہیں مگر باہر مرد خُدا کی پناہ دوسری قوم کو غلام سمجھتے ہیں۔ اُن سے اس سختی سے سلوک کرتے ہیں کہ دشمن سے دشمن بھی دوسرے ملکوں میں ایسا نہیں کرتے۔ نہ قرآن کی رُو سے نہ معمولی اخلاق کی رُو سے کسی کو یہ حق ہے کہ وہ دوسرے کو اپنے سے کم سمجھے یا کسی طور طریقے سے اپنے آپ کو اَوروں سے اعلیٰ سمجھے۔ ہندوستان اور عالمِ اسلام کی غلامی اور بدنصیبی کی یہ بھی وجہ ہے کہ لوگ قبیلوں اور قوموں میں بٹ گئے ہیں۔ ہندوستان میں متمول خاندانوں کے لوگوں نے دوسروں کو رذیل اور کمین سمجھ رکھا ہے اور سرحد کے پار مسلمان قبیلے قبیلوں کے اسی طرح دشمن ہیں جس طرح رسول کریمؐ کے وقت میں عرب کے لوگ تھے۔ اور بات بات پر ایک دوسرے کا خون بہانا معمولی بات سمجھتے تھے۔ ہمارے نبیؐ نے اُمت میں

یہ ساری تفریق مٹا دی۔ سب کو برابر کا بھائی بنا دیا اور کہہ دیا کہ تم میں کوئی اعلیٰ کوئی ادنیٰ نہیں۔ تم سب اولاد آدم ہو اور آدم مٹّی کا پتلا تھا۔ قرآن کا بھی یہی فرمان ہے کہ خُدا کے نزدیک بڑا وہی ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ رسولِ کریمؐ نے یہ بھی کہا کہ انسانوں میں سے وہ انسان اچھا ہے جس کے وجود سے دوسرے انسانوں کو بہت فائدہ اور نفع پہنچے۔ اسی لئے دینِ اسلام کے بزرگوں نے یہ اصول باندھا ہے کہ خدا اپنے حق کو بخش دے گا۔ لیکن جس آدمی نے کسی آدمی پر ظلم کیا ہوگا اس کی بخشش محال ہے جب تک مظلوم خود معافی نہ دے۔

بچّو! دوسروں کو ذلیل سمجھنا رُوح کی بیماری ہے۔ اسے غرور کہتے ہیں جسم کی بیماری کا پتہ چل جاتا ہے۔ کیونکہ جان کو تکلیف ہوتی ہے۔ لیکن اپنے آپ کو بڑا سمجھنے والا اور دوسروں کو حقیر جاننے والا شرمندہ ہونے کی بجائے خوش ہوتا ہے اور اس فعل سے اس کی جان کو آرام سا ملتا ہے لیکن رُوح گندی ہو جاتی ہے۔ دوسروں کی خدمت کر کے خدا کو راضی نہیں کرتا بلکہ لوگوں پر رعب جما کر اور ظلم کر کے اپنی عاقبت برباد کرتا ہے۔

صرف یہی نہیں کہ مغرور اور ظالم اپنی آخرت خراب کرتا ہے لیکن بڑے بڑے مغرور اور ظالم حکمرانوں کے بچّے نالائق نکلتے ہیں۔ اور غریبوں کے بچّے لائق ہو کر دُنیا پر چھا جاتے ہیں۔ آجکل دُنیا میں تین آدمیوں کا لوہا مانا جاتا ہے۔

مسولینی۔ ہٹلر اور سٹالن، یہ اٹلی۔ جرمنی اور روس کے ملکوں کے مالک بنے بیٹھے ہیں۔ بچپن میں معمار لوہار اور ترکھان تھے۔ دن کے دن کی روٹی بھی جنھیں میسر نہ تھی۔ اب دُنیا کے بادشاہ اُن سے خوف کھاتے ہیں۔ روس کے حاکم نے تو تمام امیروں کو جو لوگوں کو اپنے برابر نہ بیٹھنے دیتے تھے اور کمین سمجھتے تھے پکڑ پکڑ کر پھانسی پر لٹکا دیا۔ اور ان کی جائداد غریبوں میں تقسیم کر دی۔ اب سارے روس میں نہ کوئی امیر ہے نہ کوئی غریب۔ سب برابر کے برابر ہیں۔

بچو! دُنیا میں بڑا انقلاب آ گیا ہے جو کوئی کسی کو ہیٹا سمجھے گا۔ وہ مُنہ کی کھائے گا۔ اپنی عادات خوب درست کر لینی چاہئیں مبادا بڑے ہو کر یہ عادتیں تکلیف دیں۔ کبھی کسی کو اپنے سے کمتر نہ سمجھے لیکن دوسروں کو لوٹنے کے لئے نہیں۔ بلکہ ان کی خدمت کے لئے تاکہ دُنیا میں مساوات اور برابری قائم ہو سکے۔ نیکی بھی عادت ہے اور گناہ بھی عادت ہے۔ جو بچپن میں نیکی کی عادت ڈال لیتا ہے وہ نیک بن جاتا ہے۔ جو بُرے آدمیوں میں اُٹھتا بیٹھتا ہے اس کی عادتیں بھی ویسی ہو جاتی ہیں۔ ہمیشہ خُدا سے دُعا کرنا چاہیے کہ صحت دے اور ہمت دے کہ ہم تیرے حکموں کے مطابق اپنی عادات کو درست رکھ سکیں اور تیری راہ میں مصیبتوں اور تکلیفوں کو برداشت کر سکیں۔

خُدا نے اپنی کتنی نعمتیں ہمیں دی ہیں۔ دیکھنے کو آنکھیں، سُننے کو کان۔ سونگھنے کو ناک اور چکھنے کو زبان عطا کی۔ اگر کوئی ان میں سے نہ ہو تو زندگی کا

مزا کرکرا ہو جاتا ہے۔ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ یہاں ایک حافظ صاحب ہیں۔ بینائی سے بچپن میں محروم ہو گئے تھے۔ بڑا علم حاصل کیا ہے۔ انگریزی اردو عربی، فارسی، کے علاوہ قرآن کے حافظ حدیث کے واقف مگر بینائی کی محرومی کے باعث دُنیا اندھیر ہے۔ قدم قدم پر رات دن ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔ صبح جب صبا موتی بکھیرتی آتی ہے تو بے چارے نیند سے بیدار ہوتے ہیں مگر سہاونے وقت کی رنگینی سے پورے طور پر بہرہ اندوز نہیں ہوتے۔ سورج جگمگاتا نکلتا ہے۔ وہ دیکھ نہیں سکتے۔ گھٹائیں جھوم کے اُٹھتی ہیں وہ سرد ہوا کو تو محسوس کرتے مگر موسم کا پورا مزہ حاصل نہیں کر سکتے۔ ہم درختوں کے سبز پتوں اور پھولوں کی زیبائی اور خوشنمائی کا ذکر کرتے ہیں وہ غور سے سُنتے ہیں مگر سمجھ نہیں سکتے۔ پرندوں کو چہچہاتا سُنتے ہیں مگر ان کے پروں کی رنگا رنگی سے خوشی محسوس نہیں کر سکتے ہم کہتے کہ حافظ جی تیتری بڑی خوش ہوتی ہے وہ جواب میں اچھا جی کہہ دیتے ہیں۔ مگر مایوسی سے آہ بھرتے ہیں۔ کیونکہ رنگ رنگیلی تیتری کو دیکھنے کی آنکھیں نہیں۔

آج صبح جو ساتھی پھولوں کے خوبصورت گلدستے بنا کر لائے، ان کی رنگا رنگی نظر کو کتنی بھاتی تھی۔ ہم نے گلدان ان کے سامنے رکھ دیے۔ انہوں نے پھولوں کو ہاتھ پھیر کر ان کی نرمی اور نزاکت چھو کر اندازہ کیا۔ انکا رنگ

جو درحقیقت آنکھ اور رُوح کی غذا تھی نہ دیکھ سکتے تھے۔ بے چارے دل مسوس کر رہ گئے۔ آج صبح سے بارش ہو رہی ہے۔ اودی کالی گھٹاؤں نے سماں باندھ رکھا ہے۔ بارش کے قطرے موتیوں کی طرح برس رہے ہیں۔ میدانوں میں پانی بھر کر تالاب بنے ہیں۔ حبابوں (بلبلوں) کے خیمے پانی میں کھڑے ہیں۔ کچھ نورانی کشتیوں کی طرح بہے جاتے ہیں۔ پھول پتے نہا نکھر کر خوبصورت بچوں کی طرح جھات جھات کہہ رہے ہیں۔ ہم سب قدرت کے ان نظاروں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ لیکن حافظ جی بے چارے ایک کونے میں دبکے بیٹھے ہیں۔ وہ صرف بادل کی گرج اور بجلی کی کڑک سُن سُن کر سہمے جاتے ہیں۔ گرمیوں میں ساون قدرت کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ جھُلسی ہوئی زمین ہی نہیں ہری بھری ہو جاتی بلکہ مُردہ دل زندہ ہو جاتے ہیں۔ غم دُور ہو کر دل میں سرور پیدا ہو جاتا ہے لیکن حافظ جی سردی کی بہار کے بغیر ساون کے سہانے سمے کی کیفیتوں سے محروم ہیں۔ اندر چادر اوڑھ کر سو جاتے ہیں۔ قدرت باہر کھڑی حسُن بکھیرتی ہے۔ یہ اسے دیکھنے سے معذُور ہیں۔

بچو! خُدا کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔ اس کی بہترین صورت یہ ہے کہ اُن لوگوں کی خدمت کا بیڑہ اُٹھاؤ جو اندھے، لُولے اور لنگڑے یا امداد کے مستحق ہیں۔ ابھی تم چھوٹے ہو علم حاصل کرو۔ صحت کو بہتر بناؤ تاکہ بڑے

ہو کر خدا کی مخلوق کی خدمت کرنے کے قابل ہو سکو۔

بھئی اس دفعہ شمس الحق کو کہو کہ وہ خط کا جواب لکھے۔ ہر کام محنت سے آتا ہے وہ اپنے بدخط کی وجہ سے شرماتا ہے۔ اگر وہ محنت کر کے توجّہ سے نہ لکھے گا تو اس کی لکھائی اچھی نہ ہو گی۔

معروف بی بی! مجھے رہ رہ کر تمہاری صحّت کا خیال آتا ہے۔ اس لئے کہ بچّوں کی صحت اور تعلیم کا خیال رکھنا ماں باپ کا اوّلین فرض ہے۔ لیکن بچّوں کو ماں باپ کا صرف اتنا ہی خیال رکھنا چاہئے کہ وہ جسم اور علم کے لحاظ سے بہتر ہوں۔ ماں باپ کو بچّوں کی محبّت قدرتی اور ضروری ہے لیکن بچّوں کو ماں باپ کی خدمت ضروری ہے وہ بغیر صحت کے ممکن نہیں۔

افضل حق

از راولپنڈی جیل ۶ اگست ۱۹۴۰ء

بلقیس بی بی۔ السلام علیکم

تمہارے دو خط ملے اور روپے بھی۔ دیکھو بیٹی، جی لگا کر پڑھنا چاہیے لیکن نتیجہ کا فکر نہ کرنا چاہیئے۔ جو بچے بچیاں اپنا کام وقت پر اور محنت سے کریں انہیں پھر فکر کیوں ہو۔ میں تو کہتا ہوں کہ بچے شوق سے پڑھیں اگر کسی وجہ سے ناکامیاب بھی ہو جائیں تو انھیں غم نہ کرنا چاہیے۔ یہ نہ ہو کہ سارا سال تو کتاب اُلٹا کر نہ دیکھی۔ پھر فکر سے رات دن نمازوں پر زور دیا اور دعائیں مانگنے لگے۔ پیاری بیٹی ہم خدا کا کام کرنے کو پیدا ہوئے ہیں۔ خدا ہمارا نوکر نہیں کہ ہم تو ہاتھ پاؤں نہ ہلائیں اور وہ ہمیں امتحانوں میں پاس کرتا رہے اور ہر کام سنوارتا رہے۔ اوّل خدا سے کام کرنے اور محنت اُٹھانے کی توفیق مانگنی چاہیے۔ کام میں پوری محنت کے بعد خدا سے رحم کی اُمید بھی کرنا چاہیئے۔ لوگ خود کام نہیں کرتے اور خُدا سے دعا مانگتے ہیں کہ اے خدا میرا کام تُو کر دے۔ یہ غلط اور بے نتیجہ بات ہے۔

پیارے بچو! یہ مئی کا مہینہ ہے یہاں کل رات پہلی بار باہر نکل کر

سوئے۔ باہر سونے کو جی ترس گیا تھا۔ آہا ہا۔کیسی تاروں بھری رات تھی۔ نیلے آسمان سے لاکھوں چھوٹے چھوٹے چراغ لٹک رہے تھے۔کیا صاف ہوا تھی۔ لاہور شہر میں ایسی عمدہ ہوا کہاں۔ ہاں لاہور میں ان دنوں تو سخت گرمی ہو گئی۔ یہاں اب تک لحاف اوڑھ کر اندر سوتے رہے ہیں۔ راولپنڈی کا موسم بھی عجیب رہا ہے۔موسم کیا ہوتا ہے چھوٹی عمر کا بچہ ہے کبھی ہنستا ہے۔کبھی رونے لگتا ہے۔ یہاں پانی برسنے اور کھل جانے کا کوئی اعتبار نہیں۔ ابھی ابھی گرمی ہے۔تھوڑی دیر بعد سرد ہوائیں چلنے لگتی ہیں۔ اس لئے میں احتیاط کے طور پر گرم لباس پہنتا ہوں گرمی ذرا تیز ہو جائے تو ٹھنڈے کپڑے پہنوں۔

بی بی بلقیس تمہارا اور معروف بی بی کا خط آتا ہے۔ مگر شمس الحق کا خط نہیں آتا۔معلوم ہوتا ہے کہ اپنی خراب لکھائی کی وجہ سے شرمندہ ہے۔ آئندہ تم خود احتیاط کرو۔ اس کو کہو کہ وہ اپنے ہاتھ سے خط لکھے۔عمدہ لکھنے کی کوشش کرے آہستہ آہستہ لکھائی بہتر ہو جائے گی۔ عمدہ لکھائی بھی بڑی نعمت ہے۔جو بچے محنت کر کے عمدہ لکھائی کرتے ہیں۔عمر بھر لوگ اس کو دیکھ دیکھ کر واہ واہ کرتے ہیں۔ عمدہ خط سے پتہ چل جاتا ہے کہ بچے کی طبیعت محنتی ہے اور وہ زندگی میں کامیاب رہے گا۔بعض لوگ تو خط سے طبیعت کا اندازہ لگا لیتے ہیں۔ لکھائی دیکھ کر ہی یہ بات بتا دیتے

ہیں کہ لکھنے والا سمجھ دار ہے یا بے وقوف۔ صاف دل ہے یا بُری طبیعت رکھنے والا شریر۔

بچو! تم جانتے ہو کہ میں دن بھر تو لکھنے پڑھنے کا کام کرتا ہوں لیکن کئی برسوں سے شام کے بعد دماغی کام نہیں کرتا۔ جب یہ خط لکھنے بیٹھا تو چار بجے اور چائے کا وقت ہو گیا۔ یہیں تک لکھ کر کاغذ رکھ دیا کہ چلو صبح ہی تو ڈاک جائے گی اب کیا جلدی ہے۔ کل خط لکھ لیں گے۔ چنانچہ چائے پی کر کھیلنے لگے۔ شام کو قدرے گرمی رہی۔ پھر تیز ہوا چلی سمجھے کہ خوب نیند آئے گی۔ آناً فاناً بادل گھر کر آئے اور یوں گرجے، گویا دو دیو آسمان پر لڑ رہے ہیں اور چیختے چلاتے ہیں۔ پھر یہ سمجھ کر کھسیلنے ہو کر باہر لیٹ رہے کہ شاید بادل بن برسے گزر جائیں گے۔ کبوتر بلی کو دیکھ کر یونہی آنکھیں بند کر لیتا ہے کہ مجھے بن دیکھے قریب سے نکل جائے گی۔ تاہم وہ دیکھ پاتی ہے اور اچک کر نوالہ بناتی ہے۔ غرض بادلوں نے ہم کو باوجود ہمارے پڑ رہنے کے تاکا اور بوندا باندی شروع کر دی۔ جو غریب قیدی ہماری خدمت میں لگائے گئے ہیں۔ وہ دن بھر کے کام سے تھک کر چُور ہو جاتے ہیں۔ ہم ان کو اپنے بھائیوں کی طرح سمجھتے ہیں۔ اس لئے ان کی تکلیف کے خیال سے ان کو مدد کے لئے نہ بُلایا۔ خود ہی بستر کا گٹھڑ بنا کر سر پر دھرا۔ جیل والوں نے میری بیماری کی تکلیف کے خیال سے

بستر اتنا بڑا اور بوجھل بنا رکھا ہے کہ مجھ کو معلوم ہوا کہ ہمالیہ سر پر اُٹھا کر جا رہا ہوں۔ چھوٹے بچوں کی طرح جنھیں ابھی چلنا پھرنا نہیں آتا۔ میرے قدم ڈگمگاتے تھے۔ مَیں پاؤں کہیں ڈالتا تھا پڑتے کہیں تھے۔ اگر ایک قیدی لپک کر میرے سر کا بوجھ اپنی گردن پر نہ لے لیتا تو بس "چیونٹی کا آٹا گر گیا تھا۔"

اب اندر سوئے تو مچھروں نے کان کے قریب منھ لا کر "کنا منا کرر ر" کہہ کر اٹھکیلیاں شروع کیں۔ بارے بڑی رات گزری تو نیند آئی۔ آنکھ جھپکی تو صبح ہو گئی۔ اُٹھے تو گرم کپڑے اوڑھ کر۔ یہ اس شہر کے موسم کا حال ہے۔ گھڑی میں تولہ گھڑی میں ماشہ ہے۔

ہاں میں نے بتایا کہ چائے کے بعد کمرے سے اُٹھ کر کھیلنے چلا جاتا ہوں۔ اس کھیل کا نام بیڈ منٹن ہے۔ یہ کھیل چھکے کے بَلّے اور پروں کو کاک کی نصف گولی میں گاڑ کر بنائی گئی چڑیا کو بَلّے سے مار وہ اُڑ کر جالی کے دوسری طرف گرتی ہے۔ زمین پر سفید مٹی کی لکیریں کھچی ہوتی ہیں۔ ان کے اندر گرے تو ٹھیک ورنہ غلط۔

تمہیں بتایا تھا نہ کہ چھوٹے بچوں میں مٹھائی تقسیم کرو تو ہر بچے کو دوسرے کا لڈو بڑا نظر آتا ہے۔ ایسا کیوں ہے، وہ اس لئے کہ ہر بچے کے اندر خود غرضی ہوتی ہے۔ اب بڑے آدمیوں کی کھیل کی سُن لو کہ چڑیا ٹھیک

بھی گرے تو بھی چاہتا ہے کہ کوئی کہہ دے کہ یہ غلط گری ہے تاکہ کھیل میں ہماری جیت ہو جائے۔ خودِ غرضی کی آنکھیں بھی خودِ غرضی کرتی ہیں۔ اگرچہ چڑیا لکیروں کے اندر بھی گرے تو انہیں سچ مچ نظر آتا ہے کہ وہ باہر ہی گری ہے۔ کیونکہ کھیل جیت کر دل کو خوشی ہوتی ہے۔ اسی لئے کمزور طبیعت شخص چاہتا ہے کہ میری جیت ہو جائے اور تھوڑی سی بات کے لئے بے انصافی اور جھوٹ بول دیتا ہے۔ لیکن کھیلتے کھیلتے یہ سمجھ آجاتی ہے کہ کھیل میں ہار جیت ہوتی رہتی ہے اس لئے بے ایمانی اور ناانصافی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ کھیل میں ورزش کے علاوہ یہ فائدہ بھی ہوتا ہے کہ کھلاڑی کی ذہنیت پیدا ہو جاتی ہے۔ یعنی ہار جیت میں بشاش رہنے کی عادت، دوسرے کے ساتھ انصاف کرنے کی خُو اور ساتھیوں کے ساتھ مل جل کر کام کرنے کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ بڑی دولت اور نعمت ہے۔

جو بچے کھیل میں بے ایمانی کرتے ہیں کھیلتے ہوئے لڑنے لگتے ہیں۔ ان کو سمجھ لینا چاہیئے کہ ان میں خودِ غرضی زیادہ ہے جس کی اصلاح نہ کی گئی تو بڑے ہو کر بھی خود غرضی کی عادت ہو جائے گی۔ جس سے انسان چور، چکار، لٹیرا اور بد دیانت ہو جاتا ہے۔ بچپن میں دوسروں کے ساتھ کھیلنے کی عادت ڈالو۔ دوسروں کے ساتھ کھیلنے کا بھی فائدہ ہے کہ آہستہ آہستہ طبیعت میں خودِ بخود شرافت پیدا ہو جاتی ہے اور لڑتے جھگڑنے کی

عادت کم ہو جاتی ہے

شمس الحق - السلام علیکم - بھئی تم اپنی خیریت اور صحت کا خط لکھو تاکہ تمہیں لکھائی کی مشق بھی ہو جائے اور مضمون نویسی میں بھی مدد ملے -

ضیاء الحق - تمہاری بہن نے تمہاری شکایت لکھی ہے - اچھے بچے! پڑھو بھی اور کھیلو بھی - بُری عادتوں سے بچو پھر شکایت نہ آئے ورنہ یہیں بیٹھا دو کان میں سر کر دوں گا -

معروف بی بی اور بادشاہ سلامت کو السلام علیکم -

اگر "میرا افسانہ" چھپ گیا ہو تو ایک نسخہ یہاں بھیج دیں +

افضل حق

از راولپنڈی جیل ۱۹ر اگست ۱۹۴۰ء

معروف بی بی! السلام علیکم

بلقیس کا خط آیا تھا کہ خُدا کی مہربانی سے اب تمہیں آرام ہے۔ خدا ایسا ہی کرے گھر میں اگر کوئی بچہ بیمار ہو جائے تو گھر بھر کو تکلیف ہو جاتی ہے۔ اچھے بچوں کا کام ہے نہ زیادہ کھائیں نہ بغیر ورزش کے رہیں۔ صبح اُٹھیں، خدا کو یاد کریں، نہائیں۔ کل کا سبق دُہرائیں، ناشتہ کر کے مدرسے جائیں۔ وہاں ضیاء الحق کی طرح شرارتیں نہ کریں بلکہ بڑی توجہ سے سبق پڑھیں۔ صبح سویرے اُٹھنا بڑی بات ہے جو ایسا کرتے ہیں ان کی عقل تیز رہتی ہے اور صحت ترقی کرتی ہے سب وقتوں سے پیارا وقت نور کا تڑکا ہے۔ اُس وقت ہوا جنت کی گلزاروں سے دل بہلانے آتی ہے۔ جو بچے سوتے ہیں وہ صبح کی ہوا جیسی نعمت کو مُفت کھوتے ہیں۔ وہ آ کر گدگداتی ہے یہ نہیں جاگتے، تو مایوس ہو کر لوٹ جاتی ہے۔ جو جاگتے ہیں وہ دُنیا میں جنت کا مزہ لیتے ہیں۔ کیونکہ صبح بہشت کی رنگینیاں بچوں کو خوش کرنے کے لئے چند گھڑی کے لئے قرض لے لیتی ہے۔ دن چڑھنے پر واپس کر دیتی

ہے۔ کہتے ہیں کہ جتنے دُنیا کے بڑے بڑے آدمی گزرے ہیں۔ اُن میں اکثر وُہ تھے جو صبح اُٹھ کر دین اور دُنیا کے کاموں میں لگ جاتے تھے۔ کیونکہ جو سویرے اُٹھتا ہے اُس کا دل خوشی سے کنول کی طرح کھلا رہتا ہے۔ خود بخود کام کاج کرنے کو جی چاہتا ہے۔ بخلاف اس کے جو دیر کے بعد جاگتا ہے وہ دھوپ میں کملائے پھول کی طرح اُداس اور نراس رہتا ہے۔ بات بات میں دوسرے بچوّں سے لڑتا جھگڑتا ہے۔ جسم اور جان سُست ہو جاتے ہیں۔ دل کسی کام پر نہیں لگتا۔ دُنیا تو بنی ہی نیک کام کے لئے ہے۔ نیک کاموں سے بھی اس کا دل اُچاٹ رہتا ہے۔

بچوّ! بھئی سب صبح سویرے اُٹھا کرو۔ خدا کا نام لے کر دنیا کے دھندوں کو شروع کیا کرو تاکہ خدُا تمہاری ہمتوں میں برکت دے۔

اس ملک کی بدقسمتی ہے کہ یہاں علم کی کمی ہے اَور ملکوں میں تعلیم کو سب سے بڑی دولت سمجھا گیا ہے۔ کیا مجال کہ کوئی بچہ بغیر لکھنے پڑھنے کے رہ جائے۔ ہمارے ملک میں تعلیم کم ہے۔ پھر بھی شور ہے کہ لوگ زیادہ پڑھ گئے۔ اس شور کی وجہ یہ ہے کہ پڑھے لکھے بیکار بیٹھے ہیں پڑھنے لکھنے کے علاوہ گھر کے دھندوں میں ہاتھ ڈالنا قسم ہے۔ دُنیا میں محنت سے روزگار ملتا ہے۔ وہ صحت کا بچپن سے خیال نہیں رکھتے۔

بڑے ہوکر دھان پان سے ہو جاتے ہیں۔ محنت کا کام کر ہی نہیں سکتے
تعلیم کا قصور نہیں یہ تو ماں باپ کا قصور ہے۔ جو بچوں کو محنت کے
قابل نہیں بناتے۔

ہمارے پاس اس جیل میں جتنے اَن پڑھ قیدی کام کے لئے لگائے
جاتے ہیں۔ ہم کوشش کرتے ہیں کہ یہ لکھنا پڑھنا سیکھ لیں۔ اَن پڑھ آدمی
گنوار کا لٹھ ہوتا ہے۔ علم آدمی کا زیور ہے۔ جہاں تک ہو سکتا ہے ہم
انہیں علم کے زیور سے آراستہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دوسرے ملکوں
میں نیک لوگ اپنی زندگی کا مقصد یہی سمجھتے ہیں کہ بے علموں کو علم و
تعلیم میں مدد دیں۔ یہاں ابھی عمدہ اخلاق کی کمی ہے۔ لوگ یہ چاہتے
ہیں کہ دُنیا کی ساری نعمتیں صرف ہمارے لئے ہوں اس لئے اس
ملک کی حالت خراب ہے۔ مسلمانوں میں دوسری قوموں کی نسبت علم
اور بھی کم ہے۔ حالانکہ ہمارے پیارے رسولؐ نے حکم دیا۔ کہ علم کا حاصل
کرنا ہر مسلمان لڑکے لڑکی مرد عورت پر فرض ہے۔ بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ
مسلمانوں نے لڑکیوں کی تعلیم کو غیر ضروری سمجھا ہوا ہے۔ حالانکہ قوم کی
قسمت کا سارا دارو مدار لڑکیوں کی عمدہ تعلیم پر ہے۔

بچّو! اگر تمہاری دادی تھوڑا بہت پڑھی لکھی نہ ہوتی اور ہماری تعلیم
کے لئے جان نہ لڑا دیتی تو آج ہم دُنیا میں بڑی ذلت کی زندگی بسر کرتے۔

خدا جانے کن بازاروں میں آوارہ پھرتے۔ راجپوتوں میں تو عورتوں کو علم پڑھانا قومی غیرت کے خلاف سمجھا جاتا تھا۔ بیچاری لڑکیاں بڑی بے قدری کی زندگی بسر کرتی تھیں۔ خیر گھروں میں زمینداری تھی گزارہ ہوتا گیا۔ مگر اب تو زمینداری بڑی تھوڑی رہ گئی ہے۔ اب اگر یہ لوگ اپنی تمام عادتوں کو نہ بدلیں گے۔ دُنیا میں آرام حرام ہو جائے گا۔

بچو! اس جنگ کے بعد شاید دُنیا اور کی اور نظر آئے۔ یہ جنگ بھی بڑی قیامت خیز ہے۔ ہوا میں چیلوں کی طرح جہاز اُڑتے ہیں۔ عقابوں کی طرح ایک دوسرے پر جھپٹتے ہیں۔ میلوں کی اونچائی سے لوٹ پوٹ ہو کر زمین پر گرتے ہیں۔ ہوائی جہاز چلانے والے نوجوان زمین پر گر کر قیمہ ہو جاتے ہیں۔ ان کا جسم چیل کوّے کا من بھاتا کھاجا بن جاتا ہے۔ آئندہ تو وہ قوم دنیا میں سربلند رہے گی جو بڑی ہوشیار ہو کر رہے۔ جس کے بچوں کا علم بہت زیادہ ہو اور جن کی صحت سب سے بہتر ہو۔ ایک ہوائی جہاز چلانے والے کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ بہت ہی عمدہ صحت اور اچھے علم کا مالک ہو۔ عمدہ نقشہ نویس، عمدہ انجینئر، عمدہ فوٹو گرافر۔ موسم کے اتار چڑھاؤ کا واقف، پانی میں تیر کر جان بچانے والا، عمدہ نشانہ باز اور خدا جانے کیا کیا اور خوبیاں ہونا ضروری ہیں۔ اسی طرح آئندہ معمولی سپاہی ایک ماہر مستری سے کم نہیں ہو گا۔ کیونکہ فوج میں تو اب سارا مشین کا کام ہے،

گھوڑے گاڑی کا کام نہیں۔ اس لئے عزیز بچّو! اگر دُنیا میں کام کرنا ہے تو ایک ایک منٹ کو قیمتی سمجھ کر اُس کی قدر کرنا پڑے گی۔ بیکاری اور غفلت کی دُنیا اب کہاں رہ سکتی ہے۔

صبح سویرے اُٹھنا معمول بناؤ۔ نمازوں کی عادت کرو۔ جان ہلکی پھلکی رہے گی۔ کل کا کام بھی آج کر لینے کو جی چاہے گا۔ ورنہ آج کا کام بھی کل پر ڈالنے کی عادت ہو جائے گی۔ اگر رات کو جلدی سونے کی کوشش کی جائے تو جلدی جاگ آ جاتی ہے۔ صبح اُٹھنے والا ہمیشہ لمبی عمر پاتا ہے اور اچھی صحت قائم رکھتا ہے۔ اس کا دل بھی اچھے کاموں کی طرف لگا رہتا ہے۔ بس اتنی ضرورت ہوتی ہے، کہ طبیعت پر چند دن زور دیکر رات کو اوّل وقت سو جانے کی سعی کی جائے۔ چند دن کے بعد خود بخود سویرے جاگ آ جاتی ہے۔

ضیاء الحق دیکھو بیٹا تم شرارتیں نہ کیا کرو۔ ورنہ مسجد کے مُلّا بنا دیئے جاؤ گے۔ جانتے ہو مسجد کا ملاّ آج کل کتنی تکلیف میں زندگی بسر کر رہا ہے۔ اس کی مدد کرنے والے کم مگر پھٹکارنے والے بہت ہیں تمہیں بار بار کہا جاتا ہے کہ کھیلو ضرور مگر پڑھنے لکھنے کا بھی دھیان رکھو۔ جو بچپن میں تعلیم کی طرف توجّہ نہیں دیتے وہ بڑے ہو کر قسمت کو روتے ہیں۔ دیکھو بادشاہ سلامت تم سے چھوٹا ہے مگر خوب دل لگا کر پڑھتا

ہے۔اس کو سب شاباش کہتے ہیں اور تمہاری ہر خط میں شکایت آتی ہے۔ اچھے بچوں کی شکایتیں نہیں آتیں بلکہ ہر طرف سے خوشخبریاں ملتی ہیں کہ اچھے بچوں نے یہ اچھا کام کیا، وہ امتحان اوّل درجے میں پاس کیا، اس کھیل میں اوّل رہے۔

بھئی معروف بی بی۔ اگر تمہیں جگر کی خرابی کی وجہ سے تکلیف ہے تو تازہ مولی کھانا ہزار علاج کا ایک علاج ہے۔اس کے کھانے میں نفع ہی نفع ہے نقصان کوئی نہیں۔مجھے یہ نسخہ ایک بہت بڑے حکیم نے بتایا تھا۔معلوم نہیں کہ گڑھ شنکر میں مولیاں ملتی ہیں یا نہیں۔ جالندھر سے بھی منگوائی جا سکتی ہیں۔سب خورد و کلاں کو سلام۔

افضل حق

ازراولپنڈی جیل ۱۷ر ستمبر ۱۹۴۰ء

بلقیس بی بی۔ السلام علیکم

تمہارا خط گزشتہ ہفتے آیا۔ تم نے لکھا تھا کہ سروس ٹکٹ کیوں استعمال کیئے گئے۔ جیل کے افسران نے میرے پوچھے بغیر ہی آکر بتایا تھا کہ لڑکی نے یہ جو اطلاع طلب کی ہے وہ یوں ہے کہ ہم ہمیشہ آپ سب کی ڈاک سروس ٹکٹ کے ذریعے ہی سے بھیجتے ہیں۔ کہیں کسی طرف سے بیرنگ ہونے کی شکایت نہیں آئی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مقامی ملازمین ڈاکخانہ نے قیاس کرلیا کہ کسی ناواقف نے یوں ہی سرکاری ٹکٹ پرائیویٹ لفافہ پر لگا کر بھیج دیا ہے۔ ان کے سامنے جیل کے قیدی کی بروئے قانون خط وکتابت کے قواعد نہ تھے۔ بہرحال پوسٹ ماسٹر صاحب کو ڈاکیئے کی معرفت کہلا بھیجیں تاکہ احتیاط رہے۔ انہیں نہیں معلوم کہ تمہارے ابا سرکاری خرچ پر ہی جیل میں بیٹھے ہیں ٹکٹیں بھی تو وہی ملیں گی۔

گزشتہ خط میں بیٹی تم نے نزلے اور زکام کی زیادہ شکایت بیان کی۔ یوں تو نزلہ زکام ہر ایک کو ہوتا ہے۔ مگر اس کی کثرت کئی بیماریوں

کی ابتدا ہے اور اس کی اصل وجہ قبض ہے۔ غذا چبا کر نہ کھانا۔ کھاتے وقت یوں جلدی کرنا گویا گاڑی چھوٹی جا رہی ہے۔ بیٹھے بیٹھے کھانا ہضم کرنا گویا پاؤں میں زنجیر پڑی ہے۔ یہ قبض کی عام وجوہات ہیں مگر علاج سے بھی غافل نہ رہنا چاہیئے۔

بلقیس بی بی میں نے بھی چچا چھکن کی طرح آج اُدھڑا ہوا کُرتہ سیا۔ بھلا یہ کام میں نے کب کیا تھا۔ سوئی میں دھاگا ڈالنا گویا بڑا امتحان پاس کرنا ہو گیا۔ دھاگے کا سرا موٹا سوئی کا ناکہ چھوٹا۔ بڑی مشکل کا سامنا ہوا۔ سوئی میں دھاگہ ڈالتے وقت آنکھوں سے پانی بہنے لگا۔ شرم کے مارے کسی کو کہہ بھی نہ سکتا تھا کہ بھائیو! مجھے سوئی میں دھاگا ڈال دو۔ غمگین ہو کر بیٹھ گیا۔ گویا ابھی جماعت میں فیل ہو جانے کی اطلاع پائی ہو۔ پھر جوش آیا کہ واہ اتنے میں ہمت ہار بیٹھے۔ سوئی میں دھاگا نہیں ڈال سکتے تو اور کون سے قلعے فتح کرو گے۔ لیکن دھاگے کا سرا موٹا اور سوئی کا ناکہ چھوٹا تھا۔ چیونٹی کے بل میں ہاتھی کیسے گھُسے۔ کوشش کر کر کے ہار گیا مگر سوئی میں دھاگا نہ ڈال سکا۔ اچانک خیال آیا کہ عورتیں دھاگا مُنہ سے توڑ کر سرا باریک کر لیتی ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ پیر فقیر کی نیاز دیئے بغیر ہی اللہ نے کام کر دیا۔ دل باغ باغ ہو گیا گویا ابھی آزادی ملنے کی اطلاع آگئی ہو۔ جیسے پروانہ آئے وہ خاک سئے۔ یُوں تو استاد، درزی اور سگھڑ بی بی کی طرح کُرتے کو

گھٹنوں پر پھیلا کر بیٹھ گیا۔ لیکن بی بی کتاب آگے رکھ لینا اور ہے اس کا پڑھنا اور ہے۔ دھاگا بھی ڈالا گیا۔ کرتہ بھی سامنے رکھ لیا مگر ٹانکا لگانے کا ڈھب کون سکھلائے۔ سمجھا یہ تھا کہ سوئی میں دھاگا پرویا کپڑا سامنے رکھا اور فٹا فٹ سی لیا۔ بس غٹا فٹ جو سینے بیٹھا تو سوئی کے ساتھ دھاگا بھی کپڑے سے باہر نکل آیا۔ اب سمجھ میں آئی کہ عورتیں دھاگے کے سرے پر ہلکی سی گرہ دیکر سلائی شروع کرتی ہیں۔ گرہ دیکر جو سلائی کو کھینچا تو دھاگا سلائی میں رہ گیا اور سوئی ہاتھ میں پھر سوئی میں دھاگا پرویا اور اب بڑی آہستہ آہستہ سلائی شروع کی۔

سوئی کپڑے میں بچے کی چال چلنے لگی یعنی ایک ٹانکا چھوٹا دوسرا بڑا تیسرا اس سے بھی بڑا۔ گویا بچہ ابھی چلنا سیکھ رہا ہے۔ ایک قدم چھوٹا دوسرا بڑا پڑ رہا ہے۔ سینا کیا تھا ڈھانگے مارے ہوئے تھے۔ پھر غصہ آیا کہ ارے مجھے عورتوں جتنی عقل نہیں۔ جلدی جلدی سوئی کیوں نہ چلاؤں۔ جو ٹانکے خوبصورت اور چھوٹے چھوٹے ہوں۔ بس جلدی جو کی تو اس انگوٹھے میں سوئی چبھو لی جس سے کپڑا تھامے رکھا تھا۔ "ای ہے" کہہ کر انگوٹھا دیکھا تو خون کا چھوٹا سا قطرہ ٹپک رہا تھا۔ کاغذ سے پونچھا اور پھر سی سی کر کے سینا شروع کیا۔ سیتے سیتے سر درد ہو گیا۔ مگر ایک بالشت ادھڑا بخیہ پورا ہونے میں نہ آیا۔

اب جس نے میری سلائی دیکھی واہ واہ قربان جایئے کس کاریگر نے

کرتہ سیا ہے۔ بس لاہور کے عجائب گھر میں رکھنے کے قابل ہے تاکہ ملک ملک کے لوگ اس کاریگری کے اعلیٰ نمونے کو دیکھنے آئیں۔ اور خود بھی ایسی عمدہ سلائی کو گھروں میں رواج دیں۔ دیکھو تو کیسی باریک باریک سلائی ہے۔ مشین کی سلائی اس کے سامنے مات ہے۔ ہم۔ ایک ٹانکا زمین میں لگا ہے ایک آسمان میں۔ ایک مشرق کو جاتا ہے ایک مغرب کو۔ سب کہتے تھے کہ جی کرتا ہے کہ سب کپڑے اسی کاریگر سے سلایئے۔

میں ان کی باتیں سن سن کر ڈوبا جاتا تھا کہ آج کس کو کیا کوئی بُرا بول منہ سے کہہ دیا کہ میں سب کا تماشا بن گیا۔

تم نے لکھا ہے کہ ہم سب ملاقات کو آنا چاہتے ہیں۔ اتنی تکلیف اٹھانا اور کوفت سفر کے علاوہ روپے کا زیر بار ہونا کسی طرح مناسب نہیں سمجھتا۔ خدا کا شکر ہے راضی خوشی ہوں۔ تم سب اپنی صحت اور تعلیم کی طرف دھیان دو۔ یہی میری ملاقات ہے۔ یہاں کسی کے نیچے ملاقات کو نہیں آتے تمہیں بھی زیادہ خیال نہیں چاہیئے اس سے طبیعت میں کمزوری آجاتی ہے اور بچے بہادری کا کام نہیں کر سکتے۔ بچپن ہی میں طبیعت کو مضبوط بناؤ۔ صرف کام کو فرض سمجھ کر کرو۔ نیک باتوں کے لئے مشکلیں برداشت کرنے کا ارادہ پکا کرو۔ دنیا کے حالات کو دیکھو کہ کس طرح یورپ کی جنگ میں ماؤں کے لال اور بہنوں کے بھائی گاجر مولی کی طرح سے کٹتے

ہیں۔ مگر ماں اور بہنیں ہمت سے برداشت کرتی ہیں۔

ہاں میں نے معروف بی بی سے وعدہ کیا تھا کہ وہ تب ملے جب نو پونڈ وزن زیادہ ہو جائے۔ جب وہ ایسی موٹی تازی ہوگی تو وہ آسکتی ہے۔ پچھلی دفعہ وہ آئی تو اسے دیکھ کر بہت تکلیف ہوئی تھی۔ مگر اس کے آنے سے پہلے خط لکھ کر مجھ سے پتہ لے لیں۔

بھئی بچو! بات یہ ہے کہ دُنیا میں سب کام کرنے سے آتے ہیں۔ پُرانے زمانے کے لوگ کہتے تھے۔ کہ جو ۳۲ ہُنر نہ جانے وہ دُنیا میں عزت نہیں پا سکتا۔ جو چار ہُنر نہ جانے وہ روٹی عزت سے نہیں کما سکتا۔ سینا پرونا۔ روٹی ہنڈیا کرنا، تو مرد عورت سب کو ہی آنا چاہئے۔ کپڑے خود دھونا کوئی بے عزتی کی بات نہیں لیکن میں ان سب ہنروں میں گنوار ہُوں۔ میرے اُدھڑے کپڑے کوئی سئے میلے کپڑے کوئی دھوئے۔ جی تو سب کا چاہتا ہے کہ میں ہفت ہزاری بن کے بیٹھا رہوں۔ مگر بچو! اس جنگ کے بعد جو دُنیا آنے والی ہے۔ اس میں تو عُمدہ صحت، عُمدہ علم اور عُمدہ اخلاق والا ہی عزت پائیگا۔ روٹی شاید سب کو ملے مگر بڑی محنت سے ملے گی۔

پیارے بچو! عمر آوارہ پھرنے کے لئے نہیں بلکہ محنت ہمت۔ اور کام کرنے کے لئے ہے۔ اپنی پیٹ پوجا کے لئے بلکہ دُنیا کے دُکھوں

کو دُور کرنے کے لئے۔ جو لوگ دُنیا میں وقت ضائع کرتے ہیں وہ بقول شخصے ایسی گھڑی ہیں جس کی دونوں سوئیاں نہ ہو۔

خورد و کلاں کو سلام۔

فضل حق

از راولپنڈی جیل ۳۰ ستمبر ۱۹۴۰ء

نورچشمی بلقیس بی بی۔ السلام علیکم

تمہارا خط بڑے انتظار کے بعد ملا۔ اس سے ایک دن پہلے میں نے انتظار سے مایوس ہو کر ملاقات کر لی تاکہ ملاقاتیوں کے ذریعے تم سب کو یاد دلاؤں کہ میں تمہارے خط کے انتظار میں بیٹھا ہوں۔ اس کے بعد اب پندرہ دن اور گزر گئے۔ نہیں کہہ سکتا کہ تم لاہور آ گئے یا نہیں مگر قیاس یہی ہے کہ اکتوبر کو تو سکول کھل جائیں گے۔ میرا خط یکم یا دو اکتوبر کو لاہور پہنچے گا۔ اس لئے دفتر کے پتے پر لکھ رہا ہوں۔

بیٹی تمہارا یا معروف کا خط آتا ہے لیکن شمس اپنے بدخط کی وجہ سے شرمسار معلوم ہوتا ہے۔ آئندہ اسی کا خط لکھا آنا چاہیے۔ کہتے ہیں کہ لکھنے کے بغیر لیاقت نہیں آتی۔ زبانی پڑھائی لکھے بغیر ادھوری رہتی ہے۔ جو بچہ لکھنے سے جی چراتا ہے وہ توجہ سے پڑھ بھی نہیں سکتا۔ لکھنے میں زیادہ محنت اٹھانا اور دل لگانا پڑتا ہے۔ کم ہمت اور کم محنت بچے کتاب اٹھا کر پڑھنے کو آسان سمجھتا ہے۔ دو حرف لکھنے پڑیں

تو اُداس سا ہو کر جماہیاں لینے لگتا ہے۔ جو آج لکھنے سے کتراتا ہے وہ کل پڑھنے سے بھی گھبرائے گا۔ آخر مدرسہ چھوڑ آئے گا۔ بچّے وہی ہونہار ہوتے ہیں جو پڑھنے کے ساتھ لکھنے کا شوق بھی رکھیں۔

میں نے جیل میں آتے ہی خط لکھا تھا کہ جسم اور جان کی پرورش اور اصلاح کی طرف توجہ رکھو۔ ہر خط میں میں نے یہی تاکید پر تاکید کی لیکن تم میں سے کسی نے یہ نہیں بتایا۔ کہ تم صحت کی درستی کے لئے ورزش اور دل کی صفائی کے لئے نماز پڑھتے ہو یا نہیں۔ نمازیں نیکی کی تعلیم ہی نہیں بلکہ زندگی میں وقت کی پابندی اور کام میں چستی کا سبق دیتی ہیں۔ صبح سویرے اُٹھو دیکھو قدرت اندھیرے سے اُجالا کیوں کر پیدا کرتی ہے۔ آسمان کی چھت پر جو ستاروں کی روشن قندیلیں لٹک رہی تھیں وہ خود بخود بجھی جا رہی ہیں۔ بیمار بھی بیماری بھول کر ایسے وقت مسکرانے لگتے ہیں۔ صبح کا وقت سب سے پیارا وقت ہے۔ بھینی بھینی خوشبوؤں سے لدی ہوئی نرم نرم ہوائیں جنّت سے خدا کی محبّت کا پیغام لے کر بچّوں کو سنانے آتی ہیں اور کہتی ہیں لو بچو! اُٹھو! ہاتھ مُنہ دھوؤ، خدا تم کو یاد کرتا ہے تم اس کو یاد کرو، جو اللہ کو یاد کرتے ہیں وہ ان کو نہیں بھولتا۔ ہمیشہ بُرائیوں سے بچاتا ہے۔

جس طرح بچے اوپر کی سیڑھی سے گریں تو لڑھک کر زمین پر آجاتے

ہیں۔ مگر اوپر چڑھنا کتنا کٹھن ہوتا ہے۔ زندگی بسر کرنا کھجور پر چڑھنا ہے۔ ذرا اِدھر اُدھر پاؤں ہوا تو دھم سے زمین پر آ رہے۔ ایک دفعہ گندی گالیاں بکنے کی عادت ہو جائے۔ تو عمر بھر یہی عادت جاری رہتی ہے۔ نماز عمدہ دعا ہے مگر روزانہ نماز پڑھنا مشکل ہے۔ البتہ آوارہ بچے گالیاں دن رات دیتے نہیں تھکتے۔ حالانکہ گالیاں اور نماز دونوں زبان کا عمل ہیں۔

جو لوگ بچپن سے نمازیں دل لگا کر پڑھتے ہیں۔ وہ ہر حال میں خوش رہتے ہیں۔ لوگ مانیں یا نہ مانیں میں یہ بات سچ سمجھتا ہوں کہ جو لوگ بچپن سے اس کی عبادت کرتے ہیں۔ خدا خود ان کو برائیوں سے بچاتا ہے۔ گناہ اور اس کے درمیان خود آجاتا ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ بچے جو ابتدائے عمر میں اللہ کی عبادت کی طرف رجوع ہو جائیں۔ کیا بتاؤں اللہ کا نام کتنا برکت والا ہے۔ جس دل میں اس کی یاد ہے وہ دل ہمیشہ سدا بہار پھلواڑی کی طرح شگفتہ رہتا ہے۔ غم کبھی سایہ نہیں ڈالتا۔ ایسے بچے جوان ہو کر کبھی کسی کی بُرائی نہیں سوچتے۔ مصیبت زدہ کو دیکھ کر بے حال ہو جاتے ہیں جس طرح بن سکتا ہے خدمت کرتے ہیں۔ وہ اوروں کا دُکھ دور کرنے کے لئے اپنے اوپر آرام حرام کر لیتے ہیں۔ بُرے کاموں کی طرف رغبت ہی

نہیں رہتی۔ یہی جی چاہتا ہے کہ بن پڑے تو کسی کی خدمت ہو جائے
نمازیں اس کی قبول سمجھو جو ہر مصیبت میں خوش رہے۔ اور بھائی
بندوں، عزیز ہمسایوں کے حق میں کبھی بُرائی نہ سوچے۔ وہ گھر خوش
قسمت ہیں جہاں بچّے اللہ کو یاد کرتے ہیں اور جوان ہو کر اللہ کی
مخلوق کی خدمت کا ارادہ کرکے لیاقت علم اور صحت حاصل کرتے ہیں۔
اللہ کی یاد سے دل میں اچھے کام کی لگن لگ جاتی ہے۔ فضول بولنے
آوارہ پھرنے اور وقت ضائع کرنے کے بجائے بچوّں کا دل یہی چاہتا
ہے کہ کب جوان ہو کر نیک کاموں کی توفیق پائیں گے۔ اسی لئے سچّی
نمازوں سے سچ بولنے کی عادت پڑ جاتی ہے۔ جھوٹ دل سے چھوٹ
جاتا ہے۔ بچّہ محنت سے جی نہیں چراتا۔ بلکہ علم اور صحت حاصل کرنے
میں مستعد ہو جاتا ہے تاکہ جب جوان ہو تو علم اور صحت کی بنا پر مخلوق
کی جس خدمت کا ارادہ کرے اس میں کامیاب ہو۔

نماز چونکہ عربی زبان میں پڑھی جاتی ہے اس لئے اس کے
معنے جاننا ضروری ہیں۔ اب چونکہ تم نے اردو میں کچھ نہ کچھ لیاقت حاصل
کرلی ہے۔ اس لئے عربی زبان کا تھوڑی سی توجہ سے سمجھنا آسان ہے
اس کی آسان صورت یہ ہے کہ قرآن کی چند سورتیں حفظ کرو۔ اور ہر لفظ
کے معنے بھی یاد رکھو۔ اس طرح تمہاری اردو میں لیاقت بھی بڑھ جائیگی

اور نمازوں کا لطف بھی دوبالا ہو جائے گا۔ نمازوں کا سمجھ کر پڑھنا بڑی نعمت ہے۔ اس سے دل جلدی روشن ہو جاتا ہے۔ جب سُوجھتی ہے اچھے کاموں کی سُوجھتی ہے۔ بُری باتوں سے دل خود بخود نفرت کرنے لگتا ہے۔

افضل حق

از راولپنڈی جیل، ۲۷ اکتوبر سنہ ۱۹۴۰ء

برخوردار عزیز از جان! السلام علیکم

تمہارا خط ہمیشہ انتظار کے بعد آتا ہے۔ کئی دن راہ دیکھنی پڑتی ہے۔ تب کہیں عید کا چاند چڑھتا ہے۔ ورنہ ہر روز میری حالت اس بچے کی طرح ہوتی ہے جو رمضان کے ختم ہونے کی امید میں آسمان کے مغربی کنارے کی طرف سرِ شام نظر جمائے رہتا ہے اور اندھیرا چھا جانے کے بعد مایوس ہو کر چھت سے اُتر آتا ہے۔ مجھے زیادہ فکر تمہاری صحت کی رہتی ہے۔ خاص طور سے معروف کے بخار کی دوبارہ اطلاع نے مجھے پریشان کر دیا ہے خدا خیر کرے۔

دوبارہ بخار کیوں شروع ہوا کیا وہ دوائی استعمال کی گئی جس سے پہلے آرام آیا تھا۔ اگر اس سے آرام نہ آئے تو اور کسی حکیم ڈاکٹر کو ہاتھ دکھانا چاہیئے۔ مدرسہ میں بیماری کی حالت میں جانا ضروری نہیں۔ جان ہے تو جہان ہے۔ یہ خط پہنچتے ہی معروف کی صحت کا سارا حال لکھو۔ مجھے فکر رہے گی۔ معروف بی بی خود اپنی صحت کا حال لکھے تو تسلی ہو۔

ماں باپ کی بچوں سے محبت ایک قدرتی چیز ہے۔ ان کی بیماری میں پریشانی ضروری ہے۔ جب تک بچے بوڑھے نہیں ہوتے انہیں اس بات کا پتہ نہیں چلتا۔ اولاد کی طبیعت ماں باپ سے بے نیاز ہوتی ہے اور ہونی چاہیئے۔ ماں باپ کی صورت میں تو اولاد کی پرورش مطلوب ہوتی ہے۔ اس لئے اوّل الذکر کے دل میں قدرت نے اولاد کی محبت ڈال دی اور اولاد کی طبیعت میں بے نیازی پیدا کردی تاکہ وہ بڑے ہوکر اپنی نئی دُنیا بسائیں اور الگ گھر بنائیں۔ خدا کی طرف سے ہم پر فرض یہی ہے کہ ہم تمہاری صحت، تعلیم اور اخلاق کا پورا پورا خیال رکھیں۔ صحت تعلیم اور اخلاق کی بنیاد ہے۔ مجھے سب سے اوّل فکر تمہاری صحت کی ہے۔ آج کل یہاں ملیریا زیادہ ہے۔ اس کا مشہور علاج کونین ہے۔ معروف کو ملیریا ہی نہ ہو کونین بھی استعمال کرکے دیکھ لینا چاہئے۔ یوں تو بچوں والے گھر میں کسی نہ کسی کا بیمار ہونا قدرتی بات ہے۔ بقول شخصے بالکل خیر خیریت تو وہاں ہوتی ہے جس گھر میں اولاد نہ ہو۔ تاہم صحت سے غافل نہ ہونا چاہئے۔ پرہیز بیماری کا بہترین علاج ہے۔ اگر صحت کے معمولی قواعد کو مدِّ نظر رکھا جائے اور باقاعدہ ورزش کی جائے تو بیماریوں کا سدِ باب ہوسکتا ہے۔

اس دفعہ جو تم نے خط لکھا تو اس کی عبارت چست اور اس میں ہلکا

سا ادبی رنگ جھلکتا تھا۔ دُنیا میں وہی تحریر پسند کی جاتی ہے جس میں
لفظوں کی عمدہ ترتیب میں محنت سے کام لیا گیا ہو۔ لفظوں کو موتیوں کی
طرح مناسب جگہ پر رکھنے کا نام علم ادب ہے۔ عمدہ خیالات اور الفاظ کی حُسن
ترتیب کو شاعری کہتے ہیں۔ تم اچھے شاعر اور عمدہ ادیب بن سکتے ہو بشرطیکہ
لفظوں کو عبارت میں مناسب جگہ استعمال کرنے کا ملکہ پیدا کر لو۔ اگرچہ میں
شاعری سے ڈرتا ہوں تاہم شعروں سے لطف حاصل کر لیتا ہوں۔ ڈرتا اس
لئے ہوں کہ پیشہ ور شاعر ہرگز مردِ میدان نہیں ہو سکتا۔ وہ خیال کی دنیا
میں رہنے کے باعث عمل کی دنیا میں پھسڈی رہتا ہے۔ ان کا قول اور عمل
ایک نہیں۔ وہ کہتے بہت کچھ ہیں کرتے کچھ نہیں۔ جن کے قول اور فعل میں
فرق ہوتا ہے وہی مذہب کے باغی ہوتے ہیں۔ قرآن میں اسی لئے ان کی
ایک گونہ مذمت آئی ہے۔ قومیں عمل سے بنتی ہیں۔ شاعری قوتِ عمل کو کم
کر دیتی ہے۔ دُنیا ان کی ہے جو فنونِ نافع سے لوگوں کو فائدہ پہنچائیں۔
سائنس اور انجینیرنگ کے شعبوں کو ترقی دیں۔ اس دنیا کو امن کی جگہ بنانے
میں مدد دیں۔ پہلے اپنے دل سے خود غرضی دُور کریں پھر دوسروں کی
خدمت کرنے کی دُھن میں لگ جائیں۔ ان لوگوں پر کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا
ہے جو شاعری اور عمل دونوں ترازوؤں میں پورے اُتریں۔ اپنے علم و ادب سے
کم از کم قوم میں رذیل خصلتوں کی ترقی نہ ہونے دیں۔ اُمراء کی خوشامد جو

ہمارے شعرا کی عادت سی ہو گئی تھی اس سے بچیں۔ اپنے علم اور اپنی عقل کو عوام الناس کی بہتری کے لئے صرف کریں۔

شاعری کی مضرت سے بچ کر شعر کہے جائیں۔ گزشتہ شاعروں کے عمدہ کلام سے فائدہ حاصل کیا جائے۔ زبان کی اچھی اچھی ترکیبیں اور عمدہ عمدہ استعارے زیر مطالعہ رہیں تو اپنی تحریر بھی شگفتہ ہو جاتی ہے۔ کسی زبان کا اچھی طرح جاننا ہر زمانہ میں قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔ تم خط لکھتے وقت لفظوں کی عمدہ بندش کا خیال رکھو۔ خطوں میں الفاظ سادہ تحریر میں کچھ بے ساختہ پن ہونا چاہئے۔ جیسا مضمون ہو ویسی تحریر پسندیدہ ہوتی ہے۔ خطوں میں الفاظ کی سادگی اور بے ساختہ پن کا اس لئے لحاظ رکھا جاتا ہے۔ گویا دو ہمکلام اشخاص میں سے ایک اپنی بات بیان کرتا ہے۔ اسلوب یہی ہونا چاہئے کہ جو عام گفتگو میں ہوتا ہے۔ خط لکھنا گویا ایک جانب کی گفتگو کو ضبط تحریر میں لانا ہے۔ جس انداز سے گفتگو کی جاتی ہے اس انداز کو تحریر خط میں قائم رکھا جائے تو خط موتیوں کی لڑی بن جاتا ہے۔

باقی مضامین کو ضبط تحریر میں لانے کے لئے عام قاعدہ یہی سمجھو کہ تمہاری تحریر عام طور پر شگفتہ ہو۔ الفاظ بے جان اور عبارت

ڈھیلی نہ ہو۔ اس کے لئے عمدہ عمدہ شعر یاد کرو۔ شستہ محاورے استعمال کرو۔ تھوڑا لکھو مگر تحریر ایسی پاکیزہ ہو کہ پڑھنے والے کے دل کی کلی کھل جائے۔ اچھے اچھے مصنّفوں کی کتابوں کو اس نظر سے پڑھو کہ اس کے عمدہ فقرے اور اچھی بندشیں تمہارے ذہن نشین ہو جائیں پھر خود لکھتے وقت اپنی تحریر میں نئی سے نئی بندش پیدا کرو۔ جتنے شعروں کی عمدہ ترکیبیں دماغ میں محفوظ ہوں گی اُتنی ہی تحریر میں مدد ملے گی۔ صرف کتابوں کا کیڑا بننے سے بھی اچھا شاعر اور ادیب نہیں ہو سکتا۔ شاعر و مصنّف دونوں کے لئے فطرت کا وسیع مطالعہ اور اہلِ دُنیا کی عام ہمدردی ہونی چاہئے۔ درد مند دل کے بغیر کلام میں درد پیدا نہیں ہو سکتا مخلوقِ خُدا پر رحم، خدمتِ خلق کا جذبہ، دل میں ہونا چاہئے۔ دل کا رنگ ہی تحریر میں جھلکتا ہے۔

تم نے لکھا ہے کہ آئندہ کتابیں فلاں شخص کو نہ دی جائیں میرا خیال ہے کہ عام کتب فروش کاغذ کی مہنگائی کے باعث ضرورتی کتابوں کے چھاپنے سے کتراتے ہوں گے۔ یہ کتاب نماز روزہ کے متعلق ہے اس لئے یہ تو تاج کمپنی کو جانی چاہئے کیونکہ وہی ایسی مذہبی کتابیں چھاپتے ہیں۔ ہر کتب فروش کی ایک لائن ہوتی ہے

وہ اس قسم کی کتابوں کو خوشی سے چھاپتا ہے اور فروخت کرنے میں آسانی سمجھتا ہے۔ میں تمہاری مشکلات کو سمجھتا ہوں، آئندہ احتیاط رکھوں گا۔ کئی ایک اور کتابیں چھاپنے کو پڑی ہیں۔ ان کے متعلق مختلف آدمیوں سے بات چیت کروں گا۔ دیکھو تو ابھی تک نہ تاج کمپنی نے اور نہ قومی کتب خانہ نے میرے خطوط کا جواب دیا۔ کتب فروش غریب کیا کریں۔ جنگ کا زمانہ ہے جنگی قیدیوں کی کتابیں چھاپنے سے یونہی ڈر آنا شروع ہو جاتا ہے کہ کہیں وہ بھی دھر نہ لئے جائیں۔ حالانکہ کتابیں سیاسی مضمون پر نہیں ہوتیں۔ اب تم قومی کتب خانہ والوں اور تاج کمپنی والوں کے پاس جاؤ۔ میری طرف سے پوچھو کہ انہوں نے ابھی تک خطوط کا جواب کیوں نہیں دیا۔ تم نے میری رہائی کی تاریخ کو دریافت کیا ہے۔ اس کے متعلق دسمبر کے مہینے میں لکھوں گا۔ کیونکہ دسمبر کے مہینے میں ایک سال ختم ہوتا ہے۔

اس خط کے پہنچنے کے بعد عید ہو گی۔ مجھے اس کے ایک ہفتہ بعد خط لکھنے کا موقعہ ملے گا۔ اس لئے دستورِ دنیا کے خلاف عید سے پہلے عید مبارک کا پیغام لو۔ خدا تم سب کو عمر اور صحت دے اور نیکی کی توفیق عطا کرے۔ نیکی کی زندگی بڑی نعمت ہے۔ بچپن

میں دل یوں بھی معصوم ہوتا ہے۔ بڑی عمر میں پتہ لگتا ہے کہ جو دم خدا سے غافل رہا وہ ضائع ہوا۔ خدا کی یاد اور خدا کے بندوں کی خدمت یہی سچی زندگی ہے۔ عبادت اور خدمت دو لفظوں میں دنیا اور دین کی بھلائی پوشیدہ ہے۔ جو بچپن سے خدا کی عبادت اور مخلوق کی خدمت کا خیال رکھتے ہیں۔ بڑے ہو کر خدا کی حفاظت میں رہتے ہیں شیطان ان کو ورغلا نہیں سکتا۔ روپے مل گئے ہیں اُن کا شکریہ!

افضل حق

از راولپنڈی جیل ۱۵ر نومبر ۱۹۴۰ء

بلقیس بی بی۔ السلام علیکم

تمہارا خط ملا۔ مجھے بالکل خیریت ہے تم کسی قسم کا فکر نہ کرو۔ عید کے دو تین روز بعد مجھے بخار ہوا تھا اب آرام ہے۔ زکام بھی ہو گیا تھا لیکن بالکل خدا کا فضل ہے۔ میرے ساتھیوں کو صرف سردی کی فکر ہے۔ ڈاکٹر صاحبان ہر وقت میری صحت کا خیال رکھتے ہیں۔ اب آپ کا فکر کرنا بے سود ہے۔ بہر حال میں آپ کا یہاں آنا کسی طرح مناسب نہیں سمجھتا۔ نہ تو میری صحت میں فرق ہے اور نہ کام میں۔ خدا کا فضل ہے رات دن محنت کرتا ہوں۔ خوش رہتا ہوں۔ اب تو یوں بھی مدت قید جلد ختم ہو جانے والی ہے اس لئے بستر گرم اور کپڑے جب بھی مناسب سمجھیں آتے جاتے کے ہاتھ بھیج دیں۔ اور خود آنے کی کوشش نہ کریں۔

معروف اچھی بیٹی ہے کہ اپنی صحت کا خیال نہیں کرتی اور میری صحت کے لئے فکرمند ہے۔ حالانکہ کئی مہینوں سے مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ جس کی وجہ سے پریشانی ہو۔